بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

502
جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ
جون 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01   نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

جلد نمبر ۔۔۔۔ 42
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 9
جمادی الثانی ۔ ۱۴۲۸ھ
جون ۔۔۔۔ ۲۰۰۷ء

2/7/07
136 اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: الفتح اور حماس کی لڑائی' اسرائیل اور امریکہ کی کامیابی ۔ برطانیہ کا ملعون سلمان رشدی کیلئے ''سر'' کا خطاب مسلم دشمنی کی کھلی مثال .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
شاتم رسولؐ ملعون رشدی کو ''سر'' کے خطاب پر مولانا سمیع الحق صاحب کا ردعمل .... ادارہ ۵
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۶
اسلام میں والدین کا مقام اور حقوق .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۱۲
افغانستان کی آزادی کی جنگ (مولانا سمیع الحق مدظلہ کا انٹرویو) .... جیمز ٹاؤن ایشیاء ٹائمز ۱۸
عدل اور عدلیہ (آخری قسط) .... ڈاکٹر وحید الدین ۲۲
رواجی معاشرہ کے لئے مشعل راہ ۔ حضرت فاطمہؓ کا جہیز .... جناب عنایت اللہ گوہاٹی ۲۹
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ کی شخصیت .... جناب راشد علی زئی ۳۱
موجودہ اور آئندہ نسلوں کو الحاد و بے دینی سے کیسے بچایا جائے؟ .... ابوحمزہ حذیفہ وستانوی' انڈیا ۳۶
مغرب کی تہذیبی سازشیں .... پروفیسر رشید احمد انگوی ۴۸
سفرنامہ ایران .... مولانا عرفان الحق حقانی ۵۱
محمد محی الدین عالمگیر اورنگزیبؒ حکمرانوں کیلئے ایک آئیڈیل .... قاضی ڈاکٹر علی اکبر حنفی ۵۸
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰
تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۱

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ: بابر حنیف
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

نقشِ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

الفتح اور حماس کی لڑائی
اسرائیل اور امریکہ کی کامیابی

عالم اسلام کی شکست و ریخت اور تنزل و انتشار کا سفر تیزی سے جاری ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام ان دنوں عالم اسلام پر کسی سجے ہوئے ہوئے دسترخوان کی طرح وحشیوں کی صورت میں ٹوٹے ہوئے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں اپنے عروج پر ہیں اور نئی صلیبی جنگ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ عالم اسلام کی سرزمین پر جاری و ساری ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی ابتری اقتصادی بربادی اور تعلیمی تنزل نے بھی کہیں کا نہیں چھوڑا۔ پھر زیادہ افسوس اور دکھ اس بات پر ہے کہ اسکے باوجود بھی مسلمان ہوش کے ناخن نہیں لے رہے اور داخلی طور پر بھی وہ اپنے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھوں میں خود کو تیزی کے ساتھ دھکیل رہے ہیں انہیں اپنے گرد و پیش اور دشمنوں کے عزائم اور طبلِ جنگ سے کوئی سروکار نہیں۔ اسکی تازہ مثال بدقسمت سرزمین فلسطین میں جاری مسلمانوں کا آپس میں قتل و قتال ہے، جو گزشتہ کچھ عرصے سے باہم مشت و گریبان چلے آرہے ہیں۔ سوختہ سامانی اور خانہ ویرانی کی تمام تدبیریں دونوں آزمارہے ہیں۔ مسلمانوں کی جگ ہنسائی کا دنیا بھر میں مذاق اڑایا جارہا ہے اور القدس کی آزادی کی منزل آنکھوں سے دور ہوتی چلی جارہی ہے اور لاکھوں فلسطینی شہیدوں کا خون اپنے ہاتھوں سے فلسطینی کھرچ رہے ہیں۔ الفتح پارٹی اس بحران کی زیادہ ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ الفتح گزشتہ ساٹھ سالوں سے بلاشرکت غیرے فلسطین پر کسی نہ کسی صورت میں برائے نام ہی سہی حکومت کررہی ہے اور فلسطینی کاز کی نمائندگی کے لئے بھی یہ پیش پیش رہی ہے۔ اگرچہ اس کی تمام تر حکمت عملی اور جدوجہد ناکامی تک ہی محدود چلی آرہی ہے۔

حماس جو ایک انقلابی اور راسخ العقیدہ اسلامی جماعت ہے اور اس نے مسئلہ فلسطین میں ایک نئی روح اپنی جدوجہد سے بھردی تھی پھر الیکشن میں بھی اس نے بھرپور سیاسی کامیابی حاصل کرلی لیکن اسرائیل، امریکہ اور الفتح تینوں نے مل کر اس حکومت کو چلنے نہیں دیا اور عوامی و جمہوری منتخب حکومت کے راستے میں آخر تک روڑے اٹکاتے رہے۔ جس طرح کہ الجزائر میں انہوں نے اسلامی جماعت کے ساتھ کیا۔ پھر یاسر عرفات کی وفات کے بعد صدر محمود عباس جو اس وقت اسرائیل، امریکہ اور یورپی یونین کا محبوب ترین صدر ہے، کے ذریعے حماس حکومت کے لئے وقفوں وقفوں سے

مشکلات پیدا کی جاتی رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ الفتح کے کارکنوں نے حماس کے کارکنوں کو تشدد کا نشانہ بھی بنانا شروع کیا اور پھر آہستہ آہستہ دونوں فریقوں کے درمیان تصادم شدت اختیار کرتا گیا۔ اس خراب صورتحال پر پورا عالم اسلام تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ جس پر سعودی عرب کے حکمرانوں نے بڑی ہمت اور محنت سے ان دونوں جماعتوں کو مکہ معظمہ میں جمع کیا اور انہیں عالم اسلام کے جذبات سے آگاہ کیا کہ آپ دونوں کی لڑائی سے فلسطین کی آزادی کی منزل اور دور ہوتی چلی جائے گی۔ صلح کی کامیاب کوششوں کے بعد دونوں فریقوں کے درمیان آخر کار صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہود کی سازشیں دوبارہ رنگ لائیں اور دونوں فریقوں کے درمیان گزشتہ ایک ماہ سے پھر شدید جھڑپیں ہو رہی ہیں اور اب تک کی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں فلسطینی مسلمانوں کا خون اپنے ہی فلسطینی بھائیوں کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ دونوں فریق کھل کر ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ پھر اس میں شدت اس وقت مزید آئی جب فلسطینی صدر محمود عباس نے عوامی منتخب فلسطینی حماس کے وزیر اعظم اور اس کی حکومت کو ختم کر دیا اور ایک نئی کٹھ پتلی عبوری حکومت کا قیام راتوں رات لایا گیا اور حماس کو مکمل دیوار کے ساتھ لگانے کی کوششیں اپنے عروج پر پہنچ گئیں ہیں۔ اسرائیل نے کھل کر محمود عباس کی حمایت کا اعلان کیا ہے اور عین ممکن ہے کہ کچھ ہی دنوں میں اسرائیلی افواج اور الفتح دونوں مل کر حماس کے مقابلے میں ایک ساتھ لڑیں۔ یہ عالم اسلام کیلئے کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے؟ افسوس صد افسوس مسلمانوں کی عقل و فراست پر یہ کس سمت میں جا رہے ہیں؟...... ماضی میں افغانستان میں مجاہدین کی جماعتوں نے بھی آپس میں خونریزی کی اور اسکے نتیجے میں امریکی استعمار کو دوبارہ افغانستان میں اپنے ناپاک قدم جمانے کا موقع مل گیا۔ اسی طرح ایک آزاد افغانستان کو دوبارہ غلام بنا دیا گیا۔ افسوس کہ الفتح اور حماس نے افغانستان سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ فلسطینی کاز ساٹھ سال میں کچھ نہ کچھ آگے بڑھا تھا اس آپس کے فساد نے اسے پھر اسی زیرو پوائنٹ پر پہنچا دیا ہے جہاں سے آزاد فلسطینی ریاست کی منزل کا حصول اب ایک دیوانے کا خواب لگ رہا ہے۔ دشمن اس کامیابی پر بغلیں بجا رہا ہے اور عالم اسلام کے گھر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اور یہ ماتم در ماتم کا سلسلہ یونہی تادیر رہے گا۔ شکست کے منحوس سائے عالم اسلام کے در و دیوار پر یونہی قابض رہیں گے اور ظلمت شب کی سیاہی مسلمانوں کے مقدر کو یونہی تاریک سے تاریک تر بناتی رہیگی جب تک کہ انکا آپس کا اتفاق و اتحاد حقیقی معنوں میں پیدا نہ ہو اور جب تک کہ یہ ماضی سے عبرت حاصل نہ کریں اور جب تک کہ یہ قرآن و حدیث کے روشن و واضح احکامات پر عمل نہ کریں۔ اگر عالم اسلام کے سارے منتشر گروہ اور ممالک کچھ دیر کیلئے اپنے گریبان میں جھانکیں اور غفلت و کاہلی اور عیش و طرب کے ماحول سے انہیں فرصت حاصل ہو تو وہ احتساب نفس اور ماضی و آزاد مستقبل کیلئے سر جوڑ کر بیٹھیں اور عملی اقدامات کرنے کی کوشش کریں ورنہ ہماری آئندہ کی سو نسلیں بھی یونہی غلامی کی چکی میں پستی رہیں گی اور لقدس کی آزادی کا خواب ادھورا ہی رہ جائے گا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

برطانیہ کا ملعون سلمان رشدی کے لئے ''سر'' کا خطاب
مسلم دشمنی اور تعصب کی کھلی مثال

''روشن خیال'' مشرف حکومت اور دیگر وہ اسلامی ممالک جو امریکہ اور برطانیہ کے اتحادی ہیں ان کے لئے ملکہ برطانیہ کا ملعون سلمان رشدی کے لئے ''سر'' کا خطاب دینا ان کے منہ پر طمانچہ مار دینے کے مترادف ہے۔

برطانیہ اور خصوصاً مغربی ممالک وقفے وقفے سے مسلمانوں کا مذہبی ٹمپریچر معلوم کرنے کے لئے گھٹیا حرکات کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی حمیت اور غیرت اسلامیہ کو بھی وہ للکار رہے ہیں۔ وہ زخم خوردہ مسلمانوں کی رگ رگ میں تعصب کے نشتر پے در پے اتار رہے ہیں۔ نفرت اور تعصب کے جتنے تیر ان کے خبث باطن کے ترکش میں چھپے ہوئے تھے ایک ایک کر کے یہ ''مہذب'' اب عالم اسلام کے نیم جاں جسم وقالب پر آزمار ہے ہیں۔ لیکن یہ تمام منفی اقدامات تہذیب مغرب کے شکار عادی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہورہے ہیں۔ ان میں دبی دینی غیرت انگڑائیاں لے رہی ہے۔ ان پر مغرب کی نام نہاد جمہوری اور اخلاقی قدریں کھلتی چلی جارہی ہیں کہ ایک عام عیسائی شہری سے لے کر ملکہ برطانیہ' امریکہ کے صدر بش' اٹلی کے وزیر اعظم اور ڈنمارک کے حکمرانوں تک سب کے سب اسلام دشمنی میں اوپر سے نیچے تک ننگے ہیں۔ کارٹونوں سے لے کر ''سر'' کے خطاب تک یہ سارے سلسلے صلیبی دہشت گردی کے تسلسل ہیں۔ کاش! پاکستان اور اسلامی ممالک بھی برطانیہ کے اس عمل کے ردعمل میں اسامہ بن لادن اور ملا محمد عمر کو بھی بہت بڑے القابات اور سرکاری اعزازات سے نوازتے تاکہ ان کے زخموں پر بھی نمک پاشی کی جاسکتی۔ ملا محمد عمر اور اسامہ بن لادن عالم اسلام اور پاکستان کے دشمن نہیں۔ بلکہ یہ مغرب کے اسی منفی رویہ کے دشمن ہیں جس کی وجہ سے مغرب انہیں ساری دنیا کا دشمن بتا رہا ہے۔ ہم اس موقع پر پاکستان کی تمام قومی وصوبائی اور سینٹ کی ان قراردادوں کی تحسین کرتے ہیں جس میں انہوں نے برطانیہ کی شدید مذمت کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وفاقی وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق صاحب کے اس بیان کی بھی بھرپور تحسین کرتے ہیں جس میں انہوں نے برطانیہ کی شدید ترین مخالفت کر کے اور اپنے ساتھ بم باندھ کر ناموس رسالت ﷺ کے دشمنوں کو ختم کرنے کا اعلان کیا' جس پر برطانیہ کی حکومت کے پیٹ میں شدید مروڑ اٹھ رہا ہے۔ ہماری اعجاز الحق صاحب سے یہی توقع ہے کہ وہ اپنے مجاہد باپ ضیاء الحق شہید کے مشن کو مزید آگے بڑھائیں اور ہر موقع پر کلمہ حق کو اپنا شعار بنائیں۔ رہبر انسانیت ﷺ سے وفاداری اور جاں سپاری ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر　　خدا شاہد کہ کامل مرا ایماں ہو نہیں سکتا

شاتم رسول ﷺ ملعون رشدی کو ''سر'' کے خطاب پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا اخبارات کو دیا گیا ردعمل

(۱۹؍جون) مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر برطانیہ کا رسوائے زمانہ سلمان رشدی کو اعزازات سے نوازنے کو عالم اسلام اور ملت مسلمہ کے لئے ایک چیلنج قرار دیا اور کہا کہ ملکہ الزبتھ نے قبر کنارے کھڑے ہو کر تاج برطانیہ پر ایک اور شرمناک دھبہ لگا دیا ہے اور خصوصاً برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے بھی جاتے جاتے چہرے پر ایسی شرمناک کالک مل دی ہے جس کا تاریخ میں ہمیشہ ذکر رہے گا۔ مولانا نے کہا کہ مغرب ایسے اقدامات سے ان کے ممالک میں رہنے والے مختلف مذاہب کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ سلمان رشدی کے بارہ میں برطانیہ کی ذلت آمیز اور شرمناک اقدام کے جواب میں مسلمانوں کو افغانستان کے ملا عمر اور اسامہ بن لادن کو ''سر'' کا خطاب اور ہر قسم کے اعلیٰ ایوارڈ دینے چاہئیں۔ مولانا نے کہا کہ یورپ اور مغربی اقوام جان بوجھ کر امت مسلمہ کو انتہاپسندی کی طرف دھکیل رہی ہیں اور حالیہ اقدام سے جس رسوائے زمانہ شخص کو اعزاز سے نواز کر جان بوجھ کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی ہے، اس کے جواب میں عالم اسلام کو ہر وہ اقدام کرنا چاہیے جس سے دشمنوں کو ٹھیس پہونچے۔ مولانا نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس ذلیل جارحانہ اقدام کے جواب میں فوری طور پر نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی کولیشن سے علیحدگی کا اعلان کرے، انہوں نے جنرل پرویز مشرف سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ سید ہیں تو اپنے نانا کی غیرت اور ناموس پر انہیں سٹینڈ لینا چاہیے۔ مولانا مدظلہ نے کہا کہ چند دن قبل مجھے برطانوی وزارت داخلہ نے جس بے ہودہ اور بے سروپا الزامات کا سہارا لے کر دہشت گرد اور انتہاپسند قرار دیا اور برطانیہ میں میرے داخلہ پر پابندی لگائی آج برطانیہ کے انصاف پسند عوام کو خود اس کا جائزہ لینا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ دہشت گرد مسلمان ہیں یا ان کے حکمران انہوں نے کہا کہ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے جاتے جاتے اپنے چہرے پر جو کالک اور ذلت آمیز مہر لگی ہوئی ہے وہ رہتی دنیا تک نہیں مٹ سکے گی۔ مولانا نے کہا کہ برطانیہ اور یورپ اپنے ملکوں میں رہنے والے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو انتہاپسندی پر مجبور کر کے اپنے ممالک میں بدامنی اور خانہ جنگی پر مجبور کر رہی ہے۔ مولانا نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر برطانیہ سے اپنے سفارتی تعلقات پر نظر ثانی کرے۔ انہوں نے عالم اسلام کے نام نہاد اور بے حس حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر او آئی سی کا اجلاس بلا کر اس علانیہ اعلان جنگ کا نوٹس لیں ورنہ اپنے رسول کے ناموس پر بے حسی کا مظاہرہ کرنے پر اللہ تعالیٰ انہیں ذلت آمیز گرفت سے دوچار کر دے گا۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی النمام

چغل خور کا بیان

O حدثنا ابن ابی عمرنا سفیان عن ابراهیم عن همام بن الحارث قال مررجل علی حذیفة بن الیمان فقیل له إن هذا یبلغ الأمراء الحدیث عن الناس فقال حذیفة سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یدخل الجنة قتات قال سفیان والقتات النمام. هذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: ہمام بن الحارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ آدمی حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچا دیتا ہے۔ تو حذیفہؓ نے کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ حضرت سفیان نے کہا کہ 'قتات' نمام (یعنی چغل خور) کو کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح: اس باب میں چغل خوری کی مذمت کی گئی ہے' قتات چغل خور کو کہا جاتا ہے۔ یہ قت الحدیث سے مأخوذ ہے۔ ای زورہ' وهیاہ وسواہ یعنی بری بات کو بنانا۔ تیار کرنا۔ برابر کرنا' چغل خوری کا حاصل معنی یہ ہے کہ کسی ایک قوم یا فرد کا کلام دوسرے فرد یا قوم کو شر اور فساد پھیلانے کے طور پر نقل کرنا اور کسی ایک کا قول یا فعل کسی دوسرے کو زبان سے بتانا یا لکھ کر بھیجنا یا اشارۃً اور کنایۃً اس کو سمجھانا تا کہ اس پہلے شخص کے اس قول یا فعل سے یہ دوسرا آدمی خبردار ہو جائے۔ اور اس کے دل میں اس کے ساتھ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے' اور پھر اس کے نتیجے میں اس کے خلاف کچھ اقدام کرے۔ پس چغل خور کا مقصد ہی شر اور فساد پھیلانا اور فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے اور شر وفساد کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے اور جنت بھی مفسدین کی جگہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

قتات اور نمام میں فرق:

اس حدیث میں لفظ قتات مذکور ہے اور حضرت سفیان سے اس کی تفسیر نمام کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتات اور نمام دونوں کا معنی ایک ہے یعنی چغل خور' لیکن محدثین حضرات نے ان دونوں کے درمیان باریک فرق بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ نمام وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا ہے۔ اور پھر یہی باتیں دوسروں کو شر اور فساد کے ارادے سے پہنچا دیتا ہے اور قتات وہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوں اور یہ چپکے سے کان لگا کر ان کی باتوں کو سن لیتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کے سننے سے بے خبر ہوتے ہیں اور یہ آدمی پھر ان کی یہ باتیں اوروں کو پہنچا دیتا ہے۔ شر اور فتنہ برپا کرنے کیلئے پس دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ہر ایک شر اور فساد کی نیت سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا ہے اور اس اعتبار سے دونوں نے چغلی کی اور دونوں کا معنی ہے چغل خور۔ لیکن اس قدر مشترک کے علاوہ نمام نے یہ جرم کیا کہ ان لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچایا کہ انہوں نے اس پر اعتماد کر کے اسکے سامنے وہ باتیں کیں جن کا دوسروں (مخالفین) پر ظاہر ہونے کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن اس نے ان کی باتوں کو مخالفین پر ظاہر کر کے ان سے خیانت کی' کیونکہ حدیث میں ہے المجالس بالامانة ' یعنی مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں شرکاء مجلس کی مرضی کے خلاف انکی باتوں کو دوسرں پر ظاہر کرنا خیانت ہے

کسی کی مرضی کے خلاف ان کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا حرام ہے:

دوسری طرف قتات میں اگر چہ یہ معنی تو موجود نہیں ہے لیکن اس نے ایک اور بہت بڑا جرم کیا جو نمام میں نہیں اور وہ یہ کہ کسی کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا' حالانکہ وہ اس کو سنانا ناپسند کرتا ہو' یہ بھی کان سے متعلق ایک گناہ کبیرہ اور فعل حرام ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من استمع حدیث قوم وھم له کارھون صب فی أذنیه الأنک یوم القیمة 'یعنی الرصاص (الحدیث)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی باتوں کو سننے کے لئے کان لگایا' حالانکہ وہ اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا تانبا انڈیلا جائے گا۔ انتھی۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی تصنیف میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ رہا ہو' اور اس مجلس میں بعض لوگ کچھ ایسی باتیں کر رہے ہوں جن کو وہ اس آدمی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے ہوں لیکن وہ اس لئے ان باتوں میں مشغول ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق یہ آدمی سو رہا ہے' اور نیند کی حالت میں ہے' حالانکہ یہ آدمی بیدار ہو اور اس کو نیند نہ آئی ہو۔ تو اس آدمی کے لئے اپنی حالت پر خاموش رہ کر ان کی باتوں کو سنتے رہنا حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ کھنکارنے یا حرکت کرنے وغیرہ سے ان کو سمجھا دے کہ میں سویا نہیں ہوں' تاکہ وہ ایسی باتیں نہ کریں جن کو وہ اس سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں۔

قسّاس: یہاں ایک تیسرا لفظ قساس بھی چغل خور کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو کسی آدمی

سے خود بات نہ سنے بلکہ لوگوں سے اس آدمی کی سنی سنائی باتوں کو دوسروں تک فساد کے لئے پہنچا دیتا ہو۔

حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچانا:

ان هذا يبلغ الأمراء الحديث عن الناس:

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ شخص لوگوں کی باتیں حکمرانوں تک پہنچا دیتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سن لیا ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں کے عیوب اور نقائص کو حاکموں تک پہچانا چغلی ہے اور ناجائز ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور ملک وملت کے لئے کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ مقصد صرف یہ ہو کہ ان لوگوں اور حکمرانوں کے درمیان دوری پیدا ہو جائے۔ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے یا ارباب حکومت ملک کے باثر، مقتدا لوگوں کے عیوب کو صرف اس لئے معلوم کر رہے ہوں کہ وہ ان کے عیوب کو عوام الناس پر ظاہر کریں تاکہ ان کے امیج متاثر ہوں اور پھر یہ باثر اور مقتدا لوگ ارباب حکومت کے ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں جیسا کہ آج کل کی سی آئی اے وغیرہ ایجنسیاں اس قسم کے مقاصد کیلئے استعمال ہو رہی ہیں کہ لوگوں کے در پردہ عیوب اور جرائم معلوم کر کے ریکارڈ کریں اور پھر حسب موقع اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کریں پس یہ کام ناجائز ہے۔

البتہ اگر حکومت کو پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو اور ملک وملت کے لئے اس میں فائدہ ہو مثلاً کسی کی طرف سے حکومت کے خلاف یا ملک وملت کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہو تو اس سے حکومت کو باخبر کرنا ضروری ہے اور لازم ہے تاکہ وہ بروقت فتنہ وسازش کا تدارک کرے۔ یا کوئی آدمی مفسد ہے، قتل وغارت اور ڈکیتی وغیرہ فسادات کر رہا ہے تو حکومت کو اطلاع دینا اور اس کی شرانگیزیوں سے انتظامیہ کو خبر کرنا درست ہے۔ تاکہ حکومتی انتظامی شعبہ اس کی خبر لے اور اس کے ہاتھوں سے صادر ہونے والے فسادات کی روک تھام کرے۔

باب ماجاء في العي

کم گوئی کا بیان

○ حدثنا احمد بن منيع اخبرنا يزيد بن هارون عن أبي غسان محمد بن مطرف عن حسان بن عطية عن أبي أمامة عن النبي ﷺ قال: الحياء والعيّ شعبتان من الايمان والبذا والبيان شعبتان من النفاق. هذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث أبي غسان محمد بن مطرف قال والعي قلة الكلام والبذاء هو الفحش في الكلام. والبيان هو كثرة الكلام. مثل هؤلاء

الخطباء الذین یخطبون فیوسعون فی الکلام ویتفصحون فیہ من مدح الناس فیما لایرضی اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء کرنا اور کم بولنا ایمان کی دوشاخیں ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے حدیث ابوغسان محمد بن مطرف کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''العی'' کا معنی ہے کم بولنا۔ اور ''البذاء'' فحش باتیں کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور ''البیان'' سے مراد ہے حاجت سے زیادہ بولنا، جیسا یہ خطیب حضرات، جو خطاب کرتے ہیں تو کلام میں توسیع کرتے ہیں، (یعنی معمولی اور بے مغزبات بڑھا چڑھا کر کہتے ہیں۔) اور کلام میں تکلف کے ساتھ باریکیاں نکال کر لوگوں کی وہ مدح سرائی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتی۔

توضیح وتشریح:

العیّ عین کے کسرہ اوریا مشددہ کے ساتھ باب سمع یسمع سے آتا ہے۔ عیی فی المنطق عیاً کا معنی ہے بات میں بند ہونا۔ اس سے صفت عیی وزن فعیل پرآتا ہے اور جمع أعییاء وزن افعلاء پر آتی ہے۔ پس اصل میں اس کا معنی ہے کلام سے بند ہونا اور بات کرنے میں عاجز ہونا اس کا ایک لازمی معنی جہل اور بے علمی بھی ہے۔ کیونکہ جس کے پاس کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو وہ اس چیز کے بارے میں بات کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور بات نہیں کرسکتا۔ اس معنی کے لحاظ سے ایک روایت میں ہے۔ انما شفاء العی السوال، یعنی جہل ورلاعلمی کا علاج ہے، سوال کرنا اور پوچھنا، یعنی اہل علم سے پوچھا جائے تو وہ جواب دے کر جہل اور لاعلمی کا ازالہ کریں گے۔ لیکن یہاں لاعلمی اور جہل مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جہل اور لاعلمی کو ایمان کا شعبہ اور ایمان کا حصہ قرار دینا درست نہیں۔ بلکہ یہاں گناہ کی باتوں اور بے فائدہ باتوں سے سکوت کرنا مراد ہے۔ نیز تأمل اور تدبر کے ساتھ رک رک کر بات کرنا مراد ہے تاکہ گناہ کی بات اور نازیبا کلام سے اجتناب کیا جاسکے۔ اور لایعنی باتوں میں واقع نہ ہو، یہی خصلت ایمان کا شعبہ ہے۔ اور اچھے ایمان کی علامت ہے۔

الحیاء و العی شعبتان من الایمان:

حیاء اور بے بافائدہ باتوں سے سکوت کرنا ایمان کے دوشعبے ہیں۔ الحیاء کسی قبیح اور بری چیز کے ارتکاب پر معیوب اور ملامت ٹھہرنے کے خوف سے نفس میں جو انقباض تغیر وانکسار آتا ہے اسی کا نام حیاء ہے۔ حیاء ایک ایسی خصلت ہے جو مؤمن کے لئے زینت ہے جس طرح ایمان انسان کو برائیوں سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح حیاء بھی انسان کو بری عادات اور قبیح افعال سے روک دیتی ہے۔ اس وجہ سے حیاء کو ایمان حصہ قرار دیا گیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حیاء اور ایمان توأمین (جڑواں بچے) ہیں۔ جب ایک نکل جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے نکل جاتا ہے۔ یعنی جب

حیاء نکل جائے تو ایمان بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کی تفصیل پہلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

والعی اور قلت کلام بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں سے سکوت اختیار کرنا بھی ایمان کا شعبہ ہے۔ اور اس کی وضاحت ابھی گزر چکی ہے یہ سکوت اختیار کرنا جو کہ ایمان کا شعبہ ہے وہ ہے جو کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے سکوت کیا جاوے۔ ورنہ جہاں بات کرنے کی ضرورت ہو اور بات کرنے میں مصلحت ہو تو پھر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

اگرچہ پیش خردمند خامشی ادب است ‏ ‏ ‏ ‏ بوقت مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی

والبذاء والبیان شعبتان من النفاق

فحش گوئی اور بیان منافقت کے دو شعبے ہیں۔ البذاء کا معنی ہے فحش کلام اور حیا سوز باتیں۔ یہ نفاق کی شاخ ہے کیونکہ منافق ہی حیاء سے عاری ہوتا ہے۔ مومن تو پاکیزہ اخلاق سے مزین ہوتا ہے۔ وہ فحش گوئی اور خلاف حیاء گفتگو سے پرہیز کرتا ہے اور بیان سے بھی نفس بیان کردہ نہیں ہے۔ کیونکہ بیان تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الرحمن O علم القرآن O خلق الانسان علمه البیان O (الرحمن) یعنی مہربان ذات نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم دی۔

یعنی انسان تو نطق اور بیان ہی کی بدولت دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے' اور بیان کے ذریعے انسان آسانی کے ساتھ اظہار مافی الضمیر کرتا ہے' اس کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے دوسروں تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز دوسرے کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے اس سے سن کر اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اور اس طرح روز بروز اس کے علوم میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ دینی اور دنیوی علوم کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے۔ اگر غور کیا جاوے تو انسان نعمتِ بیان ہی کی وجہ سے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہے' پس بیان کو منافقت کا شعبہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ حاجت سے زیادہ بولنا' اور کثرۃ الکلام ہی اس سے مراد لیا جاوے جو کہ شرعاً مذموم ہے' زیادہ بولنا اور ہر وقت بیان کو جاری رکھنے میں بہت سے مفاصد ہیں۔ جھوٹ' غیبت' بہتان اور لوگوں کو ہنسانے کیلئے بات کرنا' لغو اور بے ہودگی میں مشغول رہنا' لوگوں کو تنگ کرنا' دوسروں کی بات درمیان میں کاٹنا' لوگوں کے ساتھ استہزاء اور ان کی توہین کرنا وغیرہ زیادہ بولنے کے لوازمات میں سے ہیں اور خاموش رہنے میں سے ان تمام تر مہلکات وخطرات سے انسان بچ سکتا ہے' چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ من سکت سلم ومن سلم نجا۔ یعنی جو آدمی خاموش رہا تو وہ خطرات اور مہلکات سے بچ گیا۔ اور جو مہلکات سے بچ گیا اس نے نجات پائی۔

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ جس طرح "العی" میں سکوت اور چپ رہنے کی فضیلت بیان ہوگئی اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر حالت اور ہر موقع پر سکوت اختیار کیا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ گناہ کی باتوں اور فضول کلام سے سکوت اختیار کرنا شعبہ ایمان ہے ورنہ جو موقع حق بیان کرنے کا ہو وہاں سکوت اختیار کرنے والے کو شیطان

أخرس (گونگا شیطان) کہا گیا ہے۔اسی طرح فحش گوئی اور بیان کو نفاق کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔تو بیان سے بھی گناہ کی باتیں اور ضرورت وحاجت سے زیادہ باتیں کرنا مراد ہے جس میں دینی یا دینوی کسی قسم کا فائدہ اور مصلحت نہ ہو۔تو ایسی بے ہودگی اور محض خرافات بکنا منافق کا کام ہے' مومن کا نہیں ۔ ورنہ نفس بیان تو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے' جائز حدود کے اندر اس کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔اس تفصیل کے مطابق پوری حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ مؤمن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ باحیاء ہو اور لغو بے ہودہ باتوں خاموش رہنے والا ہو' فحش گو اور بدزبان نہ ہو۔حاجت اور ضرورت کے بغیر فضول باتیں کرنے والا نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا أو لیصمت (الحدیث) یعنی جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ بھلائی کی بات کرے اور یا پھر خاموش رہے۔ والبیان ھو کثرۃ الکلام مثل ھؤلاء الخطباء الخ

امام ترمذیؒ حدیث کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیان سے مراد کثرت الکلام ۔یعنی زیادہ بولنا ہے۔ اور پھر سمجھانے کیلئے اپنے زمانے کے خطیب حضرات کو بطور مثال پیش کرتے ہیں' چنانچہ ہر زمانے میں بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں جو کہ خطاب اور تقریر میں شہرت پا چکے ہوتے ہیں اور ان مقررین حضرات کے غالب افراد ایسے ہوتے ہیں جو کہ بتکلف رقت آمیز لہجہ بنا دیتے ہیں اور الفاظ کو بنا سجا کر محفل کی رونق افزائی کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو ہنسانے کیلئے مضحکہ خیز لطائف اور بسا اوقات خلاف حقیقت قصے سنا دیتے ہیں۔ایسے قصہ گو ملاؤں کی تقاریر تو لوگ شوق سے سنتے ہیں اور لذت حاصل کرتے ہیں لیکن اس سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی ایسے مولوی حضرات کی تقریر ختم ہونے پر جب لوگ واپس جاتے ہیں تو ہمارے پشتو میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ عوام آپس میں کہتے ہیں: کافر ملا وو ظالمی مسئلے ئے او کڑے۔ یعنی کافر مولوی تھے ظالم مسائل بیان کئے۔مطلب یہ کہ عوام کے دلوں میں اس سے کچھ روشنی اور روحانیت پیدا نہیں ہوتی۔صرف اس کی فنکاری پر تعجب کرتے ہیں۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ یہ خطیب حضرات جو تقریر کرتے ہیں تو بات کو بڑھا دیتے ہیں اور تکلف کے ساتھ فصاحت ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی مدح اس طرح کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا' یعنی خلاف حقیقت مبالغے کرتے ہیں' خلاف حقیقت مبالغہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی مدح بیان کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔جیسا کہ یہ نعت خوان وغیرہ سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں' حد سے بڑھنا کسی کے حق میں بھی جائز نہیں چاہے پیغمبر ہو' یا اپنے شیخ اور استاذ ہو یا پیر ومرشد ہو' انزلوا الناس منا زلھم 'یعنی ہر کسی کو اپنی حیثیت کے مطابق مقام دینا چاہیے۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اسلام میں والدین کا مقام اور حقوق

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم اما بعد ووصینا الانسان بوالدیه حسنا وان جاهداک لتشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما الی مرجعکم فأنبئکم بما کنتم تعملون (سورة عنکبوت)

ترجمہ:" اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر تم کو مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کا تم کو علم نہ ہو تو تم اس کا کہنا نہ مانو۔ (ایک وقت) تم سب کو میرے پاس واپس لوٹ کر آنا ہے اور تم سب کو تمہارے اعمال سے آگاہ کروں گا۔" وعن ابی بکرة قال قال رسول اللهؐ کل الذنوب یغفر الله منها ماشاء الله الا حقوق الوالدین فانه یعجل به فی الحیوة قبل الممات۔ (بیهقی) ترجمہ:" حضرت ابوبکرہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (شرک کے علاوہ) اللہ چاہے تو تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا بلکہ رب العزت ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو (اس جرم) کی سزا زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے۔"

والدین کے حقوق کی فوقیت: محترم حاضرین! اسلام میں جہاں رب کائنات کی وحدانیت کے عقیدہ' ایمانیات' اطاعت ربانی اور اطاعت رسول ﷺ پر عمل کرنے کا بار بار زور دیا جا رہا ہے اس کے فوراً بعد والدین کے حقوق و واجبات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ قرآن و حدیث صحابہؓ 'اولیاء و صلحا کے زرین اقوال و آیات ان دونوں کیساتھ حسن سلوک کے تلقین کرنے سے بھرے پڑے ہیں۔ وجہ یہ کہ ہمارا حقیقی خالق و مالک اور مربی تو رب العزت ہے مگر مخلوقات میں ان دونوں کو انسانی تخلیق میں ظاہری واسباب کے درجہ میں جو فوقیت حاصل ہے وہ مخلوقات میں اور کسی کو حاصل نہیں۔

خاندانی نظام میں والدین کی اہمیت: خاندانی نظام کی اہمیت اور عظمت و شرافت کی عمارت کا جو بہترین او رعظیم الشان ڈھانچہ اسلامی معاشرہ میں قائم ہے وہ انہی دونوں کے طفیل قائم و دائم اور علت مادی کی حد تک انہی کی مرہون منت ہے۔ بحمد للہ آپ سب تعلیم یافتہ اور آگاہ ہیں کہ دنیا میں جہاں جہاں اس مقدس رشتہ کو پامال کر کے اس کی عزت و حرمت کو تار تار کیا گیا وہ معاشرہ صرف زبانی وکلامی تو اپنے آپ کو مہذب سوسائٹی کہلا سکتی ہے مگر درحقیت ان کا

رہن سہن چوپایوں اور علم وشعور سے عاری قوموں سے بھی بدتر ہے۔

مغرب میں والدین کے حقوق غارت کردیئے گئے ہیں: عالم کفر کا موجودہ بھیانک معاشرہ حقوق کی ادائیگی کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر مسلم دنیا اور اسلام کو حقوق وفرائض کی عدم ادائیگی کے ذمہ دار قرار دے کر اپنی تہذیب یافتہ ہونے کے بلند وبالا فرضی اور جھوٹ پر مبنی دعوے تو زور وشور سے کر رہے ہیں جبکہ حقیقی صورتحال ان کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی پیدائش کے جو ظاہری اسباب وعلل یعنی والدین (ان کا بھی اگر تعین ہو سکے) کو ضعیفی' بڑھاپے' بیماری اور فقر وفاقہ میں تن تنہا چھوڑ کر ان سے فرار کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس مقدس ترین رشتہ کے ساتھ انکے ناروا سلوک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نام نہاد حقوق کے علمبرداروں کے منشور اور معاشرہ میں والدین کے حقوق کا تصور بھی نہیں۔ اسباب کے درجہ میں وہ دو ہستیاں جن کی شرکت سے یہ عدم سے وجود میں آئے ایک ہی ملک' علاقہ میں ان کا کوئی پرسان حال نہیں' انہیں کے نطفہ سے پیدا ہو کر اس عالم تکوین میں آنے والے بچے آرام وآسائش اور عیاشی میں منہمک ہو کر اپنے ماں باپ کو اکیلے کسی فلیٹ میں چھوڑ کر اپنے لئے دوسرا ٹھکانہ تلاش کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے مادر پدر آزادی میں والدین کے وجود کو مخل سمجھ کر ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔

ایک رہائش گاہ سے گلی سڑی دو لاشیں: ابھی چند دن پہلے آپ حضرات نے بھی اخبارات میں ایک خبر پڑھی ہوگی کہ یورپ کے اپنے آپ کو تمام دنیا میں سب سے بڑے مہذب ترین ملک کہلوانے والے ملک کے سب سے بڑے شہر کے ایک علاقے میں رہنے والوں کو ایک رہائش گاہ سے مسلسل بدبو محسوس ہونے لگی۔ پولیس کی اطلاع پر جب مذکورہ اقامت گاہ کے دروازے توڑے گئے تو ایک کمرہ میں معمر جوڑے کی لاشیں گل سڑ کر بدترین مسخ شدہ شکل میں موجود پائی گئیں۔ یہ اندازہ کرنا بھی مشکل تھا کہ بھوک وافلاس اور بیماری وضعف کی وجہ سے ان کی موت کب وقوع پذیر ہوئی۔ یہ انسان اور انسانیت کے احترام کے نام ونہاد پرچار کرنے والوں کے تصویر کا صرف ایک رخ وایک مثال بطور نمونہ عرض کر دیا۔ ورنہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات ایسے بدحال ماں باپ کے موجود ہیں کہ بے بسی اور لاچاری میں مبتلا یہ لوگ گمنامی اور بدحالی میں اس دنیا کو خیر آباد کہہ کر اپنے آخری ٹھکانہ کو پہونچ جاتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایک مرد اور عورت کے نطفہ سے پیدا ہونے والے صرف نام ہی کے بچے اپنے ان دونوں مجازی پیدا کرنے والوں کی زندگی اور عمر بڑھنے سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ ان کی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ کب اس دنیا سے فارغ ہوں گے کہ ان کے نام الاٹ شدہ مکان' مال ودولت ان کو مل کر ان کی عیش وعشرت کی زندگی میں مزید اضافہ ہو' کیونکہ انکے ہاں تو عالم برزخ کے فلاح ونجات اور آخرت کے اجر وثواب کا تصور نہیں بس جو کچھ مل سکے اور کرنا ہے اسی دنیا میں کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں۔

مغرب میں لاوارثوں کے ٹھکانے: آج جس تہذیب' تمدن اور ترقی یافتہ ممالک کے صرف زبانی کلامی حسن اخلاق کے گن گائے جارہے ہیں ان کے ہاں والدین کے ساتھ یہ سلوک بھی کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں

بوڑھوں اور کمائی کے نا قابل ہونے والوں کے لئے اولڈ ایج ہاسٹل یا اس قسم اور ناموں کے مکانات مختص کئے گئے ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں مسافر خانہ یا لاوارثوں کا ٹھکانہ کہنا ہی مناسب ہے۔ اولاد اپنے ان معمر ماں باپ کو اپنے غیر اخلاقی اور جنگلی تہذیب کی راہوں میں رکاوٹ سمجھ کر خود ہی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے محتاج گھروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جہاں یہ بیچارے ماں باپ زندگی کے آخری لمحے سسک سسک کر گزارنے پر مجبور ہو کر اپنے اولاد کی شکلیں تک دیکھنے کیلئے ترستے ہیں۔ گنتی کے چند والدین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکے رہن سہن روزمرہ کے اخراجات کا خرچہ کبھی کبھار خود آکر یا بذریعہ ڈاک و بینک ان اداروں کو انکے لاڈلے بچے ادا کر دیتے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر یہی عمر رسیدہ افراد ان محتاج گھروں میں خیراتی یا فلاحی اداروں کے چندوں سے عمروں کے بقیہ معیاد کو پورا کرنا اپنا مقدر سمجھتے ہیں۔

<u>ویک اینڈ یا قومی تہوار پر والدین کی ملاقات:</u> ویک اینڈ یعنی ہفتہ اتوار یا چھٹیوں اور تہوار کے موقع خوش قسمتی سے اگر چند بچوں کو موقع مل سکا تو پھولوں کا گلدستہ ہاتھ میں لے کر اپنے ان محسنوں کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے ان جیل نما مکانات میں ملاقات کیلئے اپنی آمد کو اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اگر چہ ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اکثر سپردکنندگان اولاد کو اپنے ان مجازی خالقوں کی دنیا سے رخصت ہونے کے کئی سال گزرنے کے بعد بھی اطلاع نہیں ہوتی جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں یورپ و مغربی تہذیب کے زیر اثر معاشرہ میں ان رشتوں کی کوئی عظمت و تقدس ہی نہیں نہ عبادات کا تصور کہ مرنے والے پر جنازہ یا آخری رسومات کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔

<u>اولڈ ہوم یا عقوبت خانوں کی زندگی:</u> ان عقوبت خانوں میں رہنے والوں کے چہروں پر غم و افسردگی کے آثار دیکھ کر عقل سلیم اور شفقت پدری کا احساس و ادارک کرنے والوں کو ان کی حالت زار پر بے پناہ افسوس ہوتا ہے۔

<u>ستر سالہ بچے ایک نرس کی تربیت میں:</u> دو سال قبل بعض دوستوں کے اصرار پر ان کیساتھ یورپی یونین کے ممالک کے چند ممالک جانے کا اتفاق ہوا۔ فرانس بھی گئے۔ اقامت پیرس میں رہی۔ ہمارے میزبان محترم دوست و مہربان جناب حاجی جابر حسن کے ایک دوست جن کا تعلق کشمیر کے علاقے سے تھا' کے دعوت پر ایک روز پیرس شہر سے ستر اسی میل دور رواں نامی شہر جانا ہوا۔ ظہرانے کے بعد وہاں کے میزبان نے شہر کے قریب ایک چوٹی نما پہاڑی پر چڑھ کر اوپر سے شہر اور گردونواح کے مناظر دیکھنے کی پیشکش کی گاڑیوں میں بیٹھ کر سرسبز و شاداب بلند و بالا پہاڑ پر پہونچ کر شہر کا نظارہ کر رہے تھے کہ اس دوران ایک غیر ملکی بس جو سواریوں سے بھری تھی۔ اوپر آکر ہمارے قریب رک گئی۔ بس کا دروازہ کھلنے پر اس سے ستر سال سے اوپر کے معمر افراد ہاتھوں میں لاٹھی لے کر اس کے سہارے اترنے لگے۔ دروازے پر سب سے پہلے ایک نرس نما عورت برآمد ہو کر ہر ایک کو باری باری اترنے کا کہتی رہی۔ سکول میں جس طرح استاذ بچوں کو ایک لائن میں ترتیب سے چلنے کی ہدایت دے کر کہیں جانے کا کہتے ہیں۔ اسی انداز سے ان بڑھاپے میں مبتلا مرد و زن ایک ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرے میں ایک ایک برگر پکڑوا کر شہر کی سیر کرنے کیلئے فرانس کے کسی قریبی ملک سے لایا گیا تھا' شہر کے مناظر دیکھنے کی بجائے ہم بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسا انکو

کسی بند اور گھٹن والی جگہ سے نکال کر اتوار کا دن آزاد فضا میں گزارنے کیلئے کچھ لمحات مہیا کرنے کیلئے یہاں لایا گیا تھا

یورپ کے خاندانی نظام کی تباہی: محترم جابر حسن کا ان کے منتظم سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بے چارے ترقی کے دلدادہ اور جدید تہذیب و تمدن کے علمبردار اولاد کے والدین ہیں جن کے بچوں نے ان کو اپنے پاس رکھنے سے معذرۃ کر کے ان کو فرانس کے قریبی ملک کے مختلف اولڈ ایج سنٹروں میں اپنے ہاتھوں سے حوالہ کر دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے والدین کے اس عمر کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے جگر گوشے لمحہ لمحہ ان کو آرام وسکون پہونچانے کیلئے دن رات ایک کردیں۔ مگر یہاں ان کی حالت یہ تھی کہ ان عمر رسیدہ افراد کے چہروں پر افسردگی، غم اپنے اولاد سے ناراضگی اور مایوسی کے آثار واضح طور پر نمایاں تھے اور اس وقتی سیر و تفریح و حسین مناظر دیکھنے سے بھی ان کے اندرونی اضطراب و کرب میں کچھ کمی نہیں آرہی تھی، ان میں سے ہر ایک عجیب و غریب جھنجلاہٹ میں مبتلا تھا، چلنا پھرنا بھی ایسا کہ جیسے کسی کو بزور لاکر چلنے پھرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ ہم سارے ساتھی یورپ کے خاندانی نظام کی تباہی، گھریلو زندگی او رمعاشرتی بربادی خصوصاً بوڑھے والدین کے انتہائی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے رہے اور اس کے ساتھ اسلام کے دین فطرت اور انسانیت کا مذہب ہونے کی وجہ سے مخلوق میں والدین کی خدمت او راطاعت کو جو فوقیت اور بڑھاپے میں خدمت پر جو اجر وصلہ دیا جائے گا اس کے ذکر میں مصروف ہوگئے۔

اولڈ ہوم کا اسیر: صوبہ سرحد ہی کے ایک گاؤں کے ایک صاحب جو ہمارے شناسا تھے۔ یورپ کی ظاہری حسن و جمال و مال کی فراوانی سے متاثر ہوکر موجودہ دور کے ترقی یافتہ ملک میں شہریت حاصل کرلی، کبھی کبھار اپنے ملک پاکستان آنے پر ملاقات کیلئے اکوڑہ خٹک آجاتے، ملنے پر سکونت پذیر ملک کے تہذیب و تمدن، لوگوں کا آپس میں میل جول، حسن اخلاق و مروت کے قصائد بیان کرتے تھکتے نہ تھے، جانے سے کچھ عرصہ پہلے ایک شادی یہاں رشتہ داروں کے ہاں سے کی تھی۔ مادر پدر آزادی کے دلفریب فضاء میں رہ کر کئی شادیاں رچانا شروع کردیا۔ دو چار سال ایک بیوی کے ساتھ گزارے، دو بچے پیدا ہونے کے بعد طلاق دے کر نئی بیوی گھر لے آتا۔ یہ سلسلہ جوانی میں جاری رکھا۔ پیدا ہونے والے بچے بلوغ سے پہلے ہی آزادی کی دلدل میں پھنس کر ماں باپ کو الوداع کہہ جاتے۔ ایک طویل عرصہ اس کا رابطہ ہمارے ساتھ کٹا رہا، قریباً چار سال قبل عشاء کے بعد اس کا فون آیا۔ مدت کافی گزری تھی اس لئے شناسائی ناممکن تھی، تعارف کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہمارے صوبہ سرحد کے صاحب ہیں، جو جوانی کا بہترین عرصہ آزاد فضاؤں میں گزارنے کے بعد اب بڑھاپے کی دہلیز پر داخل ہوچکا ہے۔ فون ہی پر اپنے ساتھ ہونے والے سلوک، اور کمائی سے معذوری والے زمانے کے کٹھن مراحل کی لمبی چوڑی داستان شروع کردی کہ کئی بچوں کے باوجود میں "اولڈ ہاؤس" کا اسیر ہوں۔ بچوں نے خود میری پرورش سے معذوری کا اظہار کر کے اولڈ ہاؤسز کے منتظمین کے حوالہ کردیا۔ اس دوران غسل خانے میں پھسل جانے کی وجہ سے ایک پاؤں کی ہڈی بھی ٹوٹ چکی ہے۔ کسی سہارے کے بغیر چلنے پھرنے سے معذوری ہوں، ایک غیر مسلم نرس خدمت پر مامور ہے، وہی نرس ویل چیئر پر غسل خانہ لیکر مجھے ننگا

کر کے نہلانے دہلانے کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ پٹھان معاشرے سے رشتہ ہونے کے باعث بقول اس کے یہ مرحلہ اس کیلئے انتہائی بے عزتی اور اذیت کا ہوتا ہے بڑھاپے کا یہ عرصہ اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ اپنے بچے ہی یہ تمام خدمات ادا کر کے خدمت شعاری کا ثبوت دیتے۔

مدر ڈے کی رسم : مگر وہاں تو بیوی بچوں پر رنگ ہی غیر اسلامی غالب آ کر اپنے مذہبی روایات اور ماں باپ کے حقوق کو فرسودہ و نا قابل عمل تصور کر کے اس عظیم کار خیر یعنی والدین کی خدمت کو تضیع اوقات سے تعبیر کرتے تھے۔ ہر سال کے ایک خاص مہینے کے مقرر کردہ دن غالباً مئی کے دوسرے اتوار کو "مدر ڈے" کے موقع اور کرسمس کے تہوار پر بیٹے یا بیٹی کو ماں یا باپ کی شکل دیکھنی نصیب ہوتی ہے۔

نماز جنازہ اور اولاد کے ہاتھوں تدفین: اسی سال کے ایک دن بھی اولاد کی زیارت سے محروم ہوں' یاس اور ناامیدی کے بھرپور لہجے میں کہنے لگا' مولانا میرے لئے دعا کریں کہ مجھے موت آ کر شدید کرب اور ذہنی صدموں کی حالت سے نجات مل سکے۔ فون پر گفتگو کے سال ڈیڑھ سال بعد مذکورہ صاحب کے پاکستان میں آبائی گاؤں سے گزرنا پڑا۔ یاد آ کر ایک دوست سے اس کے بارہ میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کافی دن ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ جنازہ تو دور کی بات ہے معلوم نہیں کے اس کے جگر کے ٹکڑے بچے اور بچیاں اس کے کفن و دفن کی رسوم میں بھی شریک تھے یا غیروں کے ہاتھوں اس کی تدفین کا مرحلہ طے ہوا۔

اسلام کے خاندانی نظام کی برکتیں: یہ دو تین واقعات اس بظاہر خوشنما معاشرے کے خاندانی نظام اور گھریلو زندگی کے ہیں۔ جو حقوق کی ادائیگی کی چیمپئن بن کر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانے اور اسلام کو نا قابل عمل دین قرار دینے پر مصر ہیں سنا دیں تاکہ آپ خود اسلام میں والدین کو جو عظمت اہمیت اور عزت و احترام حاصل ہے' دنیا کے دیگر مذاہب' انسانی معاشروں اور تہذیبوں میں اس کی مثال نہیں ملتی کے درمیان موازنہ نہ کر سکیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ توحید کے عقیدہ' ایمانیات' اللہ و رسول کی اطاعت کے ذکر کے ساتھ ہی جس موضوع کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا وہ والدین کے حقوق ہیں۔ کیونکہ خاندانی نظام کی اہم عمارت ماں باپ پر قائم ہے' اگر وہ عمارت اسلامی تعلیمات و ہدایات کے مطابق ہے' تو خاندان و تمام کنبہ بھی صحیح سمت رواں دواں ہو کر دنیا میں بھی آسودگی' محبت و کامیابی بصورت دیگر باپ بیٹے سے نالاں' اولاد والدین سے بے نیاز دنیا بھی خراب آخرت میں بھی رب کائنات کے ناراضگی کا سامنا کرنا پڑیگا۔

والدین کے حقوق کی تعلیمات: والدین کے اولاد پر حقوق کے لازمی ہونے کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا وہاں اس کیساتھ ماں باپ کا شکریہ ادا کرنا بھی اولاد پر لازم قرار دیا گیا' رب العالمین کا فرمان ہے: ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصاله في عامين ان اشكرلي ولوالديک الى المصير (سورۃ لقمان آیت ۱۴)

ترجمہ: "ہم نے تاکید کر دی کہ انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے' پیٹ میں رکھا اس کی ماں نے تھک تھک کر اور

دودھ چھڑانا اس کا دو سال میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھ تک آنا ہے۔''

یعنی جس طرح رب کائنات کے منعم حقیقی ہونے اور بے پناہ احسانات کی وجہ سے انسان پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین اور بالخصوص والدہ بچہ کی پرورش اور زمانہ حمل و دودھ دینے کے دوران جو لامتناہی تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہیں۔ اپنا آرام و سکون بچے کی راحت پر قربان کر دیتے ہیں' اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اور پھر ماں باپ کی خدمت اور اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہیں' ان کے وہ احکامات و فرمودات جو غیر شرعی نہ ہوں ان کی بجا آوری کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کے کسی ایسے مشورہ اور حکم پر عمل کرنا جائز نہیں جو خلاف شرع اور شرک و کفر پر مبنی ہو' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' اور حرام اعمال کا ارتکاب کرنا ایسے قبیح امور ہیں جن کو اپنانے کا ماں باپ بھی حکم دیں تو دین متین میں ان کے ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب والدین کے کہنے پر موجب گناہ کام کرنے کی ممانعت ہے تو ان کے علاوہ اور کسی شخص یا فرد کے حکم اور ایماء پر گناہ کرنے کے جواز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

<u>والدین سے معاملات میں ملاطفت:</u> قرآن مجید میں بار بار والدین کے حقوق اور اطاعت پر زور جس تاکید سے دیا جا رہا ہے یہ مقصد تب حاصل ہوگا جب دل سے خدمت کر کے ان کو آرام پہونچایا جائے۔ وہ خدمت و تعمیل حکم جو جبر و اکراہ یا کسی مجبوری کے تحت ہو وہ نہ عنداللہ اجر ملنے کا ذریعہ ہے اور نہ اللہ کو راضی کرنے کا وسیلہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

ترجمہ: ''اور تیرے رب نے فیصلہ (حکم) کر دیا ہے کہ علاوہ اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو' اگر وہ تیرے پاس بڑھاپے کے عمر تک پہونچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو کبھی ''اف'' بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا' اور ان سے خوب ادب کے ساتھ گفتگو کرنا اور ان کے سامنے شفقت و تواضع کے ساتھ جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب ان پر (ایسا) رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے میرے بچپن میں پالا ہے۔''

اف نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سامنے صرف اسی لفظ کا استعمال منع ہے' بلکہ ہر وہ لفظ' عمل اور کلام جو ان کے لئے ناقابل برداشت اور ناگوار ہو' جیسے ان کو جھڑکنا' نعوذ باللہ گالی دینا' بلند آواز سے بات کرنا' لاپرواہی سے ان کی کسی بات کا جواب دینا خود اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دینا ہے۔ مالک الملک نے آیت کریمہ میں بڑھاپے کا ذکر کر کے عجیب انداز اختیار فرمایا کہ بڑھاپے کے اثر سے بعض موقعوں پر ایسی باتوں پر اصرار کیا جاتا ہے جو اولاد کے نزدیک غلط اور موقع محل کے مناسب نہیں ہوتے' لیکن پھر بھی اولاد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ عزت و احترام کا لحاظ کرتے ہوئے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔

انٹرویو: جیمز ٹاؤن، رپورٹر ایشیاء ٹائمز

افغانستان کی آزادی کی جنگ

سینیٹر مولانا سمیع الحق سربراہ جمعیت علماء اسلام سے ایک بین الاقوامی تجزیہ نگار کا یہ انٹرویو انگریزی زبان میں ایشیاء ٹائمز میں شائع ہوا جسے ۱۳؍ جون ۲۰۰۷ء کو پاکستان کے انگریزی اخبار دی نیشن نے من وعن نقل کر کے شائع کیا یہاں قارئین کی دلچسپی کیلئے اس کا ترجمہ دیا جا رہا ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق شمال مغربی سرحدی صوبہ میں واقع پاکستان کے مشہور مدرسے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ناظم اور چانسلر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ اس عہدے پر ۱۹۸۸ء سے اپنے والد جناب مولانا عبدالحق ؒ جو کہ اس مدرسہ کے بانی بھی تھا کی وفات کے بعد سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، دارالعلوم حقانیہ وہ ادارہ ہے جہاں سے ملا عمر سمیت بہت سے طالبان رہنماؤں نے تعلیم حاصل کی۔ یہ بات مشہور ہے کہ ۹۰ء کی دہائی میں اس مدرسے نے طالبان تحریک کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا اور یہی وجہ ہے کہ مولانا سمیع الحق کو "بابائے طالبان" بھی کہا جاتا ہے۔ اس مدرسے کو چلانے کے علاوہ مولانا سمیع الحق ایک مذہبی سیاستدان کی حیثیت سے بھی ایک سیاسی تاریخ اور پہچان رکھتے ہیں۔ وہ چھ جماعتی مذہبی پارٹیوں کے اتحاد جو کہ متحدہ مجلس عمل کے نام سے جانی جاتی ہے کے بانیوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔

انہوں نے حال ہی میں جیمز ٹاؤن کے تجزیہ نگار امتیاز علی سے بات چیت کی۔

س: ۱۹۸۰ء میں روس کے حملے کے وقت آپ کے مدرسے کے طلباء افغانستان لڑنے کے لئے جاتے تھے جس کے فوراً بعد ان میں سے اکثر کو طالبان حکومت نے بطور گورنر اور منتظمین کی حیثیت سے نامزد کیا۔ کیا یہی سلسلہ آج بھی جاری ہے؟ کیا آپ آج بھی افغانستان میں جہاد کے لئے لوگوں کو بھیج رہے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: نہیں۔ صرف طالبان ہی نے جہاد میں حصہ نہیں لیا۔ یہ ایک غلط مفروضہ ہے، جس کو صحیح کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ روس کے افغانستان پر حملے سے زندگی کے ہر مکتبہ فکر سے لوگ جہاد کے لئے افغانستان گئے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے مدرسے کی نسبت بڑی تعداد میں طلباء گئے۔

س: لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کہ وہ طلباء جو آپ کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے انہوں نے طالبان حکومت کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا سمیع الحق: طالبان اس وقت اپنی تعلیم میں معروف تھے جب افغانستان میں گروہی جنگیں اپنے عروج پر پہنچ گئیں جب رہنما اس پر قابو نہ پا سکے۔ تو طلباء کو جنگ سے تباہ حال ملک کو بچانے کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ اس طرح طالبان کو اپنے ملک کو گروہی جنگوں سے بچانے کے لئے واپس جانا پڑا۔ اسی طرح جب امریکہ نے ۲۰۰۱ء کے آواخر میں افغانستان پر حملہ کیا تو پھر وہی ہوا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب غیر مسلم کسی مسلمان ملک پر حملہ کرتے ہیں تو یہ ہر مسلمان کا فرض بن جاتا ہے کہ اس کا دفاع کرے۔ تحریک نفاذ شریعت محمدی ﷺ کے سربراہ مولانا صوفی محمد بھی ہزاروں لوگوں کو جہاد کے لئے لے کر گئے جو کہ انتہائی قابل تعریف ہے۔

افغانستان پر امریکی حملہ ایک واضح جارحیت اور دہشت گردی تھی۔ لیکن جب کوئی امریکی جارحیت کے خلاف کھڑا ہوتا ہے تو اسے دہشت گرد قرار دے دیا جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب اور نہ سمجھ آنے والا فلسفہ ہے۔

س: ایسی اطلاعات ہیں کہ طالبان قیادت نے افغانستان میں موسم بہار میں حملہ کے لئے حمایت کا مطالبہ یا خواہش ظاہر کی ہے کیا یہ صحیح ہے؟

مولانا سمیع الحق: یہ ساری بے بنیاد اطلاعات ہیں۔ اگر انہیں حمایت کی ضرورت تھی تو کم از کم وہ ہمیں ضرور مطلع کرتے۔ طالبان اتنے منظم نہیں ہیں۔ وہ غاروں میں رہ رہے ہیں۔ ان کے پاس مناسب کمیونیکشن اور لاجسٹک نظام کی کمی ہے اور یہی وجہ ہے کہ نئے ریکروٹ نہیں لینا چاہتے۔ افغانی خود امریکیوں اور نیٹو کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

س: اگر وہ آپ کو مدد کے لئے کہیں تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟

مولانا سمیع الحق: وہ ہمیں کبھی نہیں کہیں گے۔ ہم نہ تو پہلے اپنے طلباء بھیجے ہیں اور نہ اب بھیجیں گے۔ یہ ہمارے مدرسے کی پالیسی نہیں ہے۔

س: آپ افغانستان میں صورتحال کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیا یہ جہاد ہے؟

مولانا سمیع الحق: جب سوویت یونین کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تھیں تو یہ آزادی کی جنگ تھی اور ہم سب متفق تھے کہ یہ جہاد ہے' امریکہ خود کہہ چکا تھا کہ سوویت یونین کو افغانستان سے باہر نکال دیا جائے۔ جب روس نے افغانستان چھوڑا تو یہی غلطی امریکہ نے کی۔ پس صورتحال اسی طرح ہے۔ ایک طاغوتی قوت نے دوسری کی جگہ لے لی۔ بلکہ کوئی فرق نہیں ہے۔ چاہے روس ہو یا امریکہ۔ یہ جہاد ہے۔

س: بعض تجزیہ نگار اسے پشتون بغاوت بھی کہتے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔

مولانا سمیع الحق: یہ کوئی پشتون یا فارسی بان بغاوت نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ سنی یا شیعہ بغاوت ہے بلکہ حقیقت میں افغان قوم امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف کھڑی ہوگئی ہے۔ طالبان حکومت کے زوال کے بعد لوگ دو سال تک اس امید پر تھے کہ ان کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی آجائیگی۔ لیکن طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد کوئی ایسی چیز نظر نہیں

آئی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ قابض قوتوں کے خلاف بغاوت پر اتر آئے اب یہ تمام افغانیوں کیلئے جنگ آزادی ہے' وہ اپنے آپ کو امریکی قیادت میں قابض قوتوں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اسے پشتون بغاوت کہنا بالکل غلط ہے۔

س: کیا آپ افغانستان میں حامد کرزئی حکومت کو ایک مسلمان حکومت تسلیم کرتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: ہمیں کرزئی کے اسلام سے کوئی غرض نہیں ہمیں اس کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے پر فتویٰ دینے سے کوئی کام نہیں ہے۔ ہم صرف افغان عوام کی مشکلات کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم افغانستان کے موجودہ حکمرانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ طالبان اور دوسری جہادی قوتوں کے ساتھ مذاکرات کا راستہ اختیار کریں تاکہ جنگ سے تباہ حال ملک میں پائیدار امن کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔

س: تو آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں چاہے افغانستان میں کرزئی حکومت ہو یا طالبان بالکل اسی طرح جیسے افغان حکومت ہو؟

مولانا سمیع الحق: ہم یہ کہتے ہیں کہ افغانستان میں کوئی غیر ملکی مداخلت نہ ہو بلکہ افغانیوں کو خود مسئلے کا حل نکالنا چاہیے۔ تمام گروہوں بشمول طالبان اور دیگر جہادی قوتوں کو امن کے لئے آگے بڑھ کر اکھٹے کام کرنا چاہیے۔ انہیں غیر ملکی مداخلت کے بغیر اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہیے لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ افغانستان میں امن اور استحکام اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک غیر ملکی فوجوں کو ہٹا نہیں دیا جاتا۔

س: ڈیورنڈ لائن پر پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر سے جنگجوؤں کے داخلے پر آپ کے کیا خیالات ہیں؟

مولانا سمیع الحق: جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ یہ دراصل غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف افغان بغاوت ہے اور سرحد پار دہشت گردی اور پاکستان سے جنگجوؤں کی دراندازی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

س: تب حکومت نے کیوں سرحد پر باڑ لگانے اور بارودی سرنگیں بچھانے کا فیصلہ کیا ہے' کیا آپ اسے صحیح سمجھتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: میں اس منصوبے کی مخالفت کرتا ہوں کیونکہ سرحد کے دونوں طرف پشتون قوم ایک جیسی ثقافتی' نسلی اور مذہبی اقدار رکھتی ہے۔ ان کی زندگیاں آپس میں جڑی ہوئی ہیں' وہ سب مسلمان ہیں۔ وہ ایک قوم ہیں۔ سرحد پر باڑ لگانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ پاک افغان سرحد پر کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ افغانستان میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی ہے' جس دن بھی انہوں نے افغانستان چھوڑا کوئی کشیدگی نہیں رہے گی۔

س: حکومت کی طرف سے 2003ء میں غیر ملکی طلباء کی دینی مدارس میں داخلے پر پابندی لگانے سے آپ کے مدرسے میں طلباء کے داخلے پر کوئی اثر پڑا؟

مولانا سمیع الحق: یہ پابندی ہمارے بنیادی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے' لوگ یہاں سے امریکہ اور برطانیہ تعلیم

حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے دوسرے ممالک سے لوگ پاکستان میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں' یہ ایک قسم کی سروس تھی جو کہ ہم دوسرے ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان طلباء کو پہنچا رہے تھے۔ یہ پابندی ایک غیر آئینی' غیر انسانی اور غیر قانونی اقدام ہے' حکومت نے یہ اقدام صرف اور صرف امریکہ اور اس کے دوسرے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے کیا ہے۔ یہ ہمارے لئے شرم کی بات ہے کیونکہ انڈیا ایک سیکولر ملک ہے لیکن وہ تمام مسلمان ممالک کے طلباء کو ویزے دے رہا ہے جو انڈیا میں تعلیم کے لئے آنا چاہتے ہیں۔

س: لیکن ایسے الزامات ہیں کہ دہشت گردوں کو مدرسوں میں تربیت دی جاتی ہے؟

مولانا سمیع الحق: یہ مدارس کے خلاف ایک منظم پروپیگنڈا کے سوا کچھ نہیں ہے اب تک ہم اس کے متعلق سنتے آرہے ہیں' لیکن کسی نے اب تک ٹھوس شواہد فراہم نہیں کئے۔

س: مدرسوں کو ملنے والی رقم کا آڈٹ نہ ہونے کی وجہ سے یہ بات ابھی تک معمہ ہے کیا یہ صحیح ہے۔

مولانا سمیع الحق: ہم اپنے مالی نظام کا آڈٹ کرانے کے سلسلے میں حکومت کے پابند نہیں ہیں کیونکہ حکومت ہمیں کوئی فنڈ فراہم نہیں کرتی۔ پہلے انہیں ہمیں مدرسوں کو چلانے کیلئے فنڈز دینے دیں پھر ہم انہیں اپنا آڈٹ کرنے کی بھی اجازت دے دینگے۔ انہیں کیا تکلیف ہوتی ہیں جبکہ وہ ہمیں ایک پیسہ بھی نہیں دے رہے؟ صرف وہ جو ہمیں مالی امداد دیتے ہیں وہی ہمارے آڈٹ کا بھی حق رکھتے ہیں۔ ہمارا عطیات کا نظام ہے اور حکومت سے کوئی عطیات قبول نہیں کرتے۔ میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ہم اپنی تمام عطیات اور فنڈنگ کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ مالی امداد کو باقاعدہ درج کیا جاتا ہے اور سالانہ رپورٹیں بنائی جاتی ہیں جنکو پرنٹ کرایا جاتا ہے جسمیں تمام ڈونرز کے نام درج ہوتے ہیں۔

س: آپ کو اتنا بڑا مدرسہ چلانے کے لئے کون عطیات دیتا ہے؟

مولانا سمیع الحق: عام مسلمان جس میں اکثریت معاشرے کے غریب لوگوں کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مدرسے اسلام کے قلعے ہیں اور مدرسے کے طلباء اسلام کے سپاہی اور محافظ ہیں۔ اللہ کے دین کی مدرسوں میں نشوونما ہوتی ہے۔ لوگ اپنا گھریلو بجٹ کاٹ کر ہمیں عطیات دیتے ہیں۔ اسی طرح سے وہ اللہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان مدرسوں کی بقاء کرتے ہیں۔

س: کیا مشرف اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ وہ ایک سیکولر حکومت کا لیڈر رہے' مذہبی معاملات میں مداخلت پر صحیح تھا؟

مولانا سمیع الحق: وہ یہ سب کچھ امریکہ اور مغربی ممالک کو خوش کرنے کیلئے کر رہا ہے

(ترجمہ: بشکریہ دی نیشن ۱۳ جون ۲۰۰۷ء)

آخری قسط　　ڈاکٹر وحید الدین *

عدل اور عدلیہ

اس وقت ملک عدالت عظمیٰ کے بحران میں پھنسا ہوا ہے اس تناظر میں زیر نظر مقالہ میں اسلام کے نظام عدل و عدلیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ....(ادارہ)

<u>دیگر فقہائے کرام:</u> عدالت کو ایک شخص کسی مقدمہ میں مطلوب ہے تو قاضی مطلوبہ شخص کی طرف اپنا نمائندہ بھیجے اگر وہ نہ آئے تو قاضی پہلے اس کے گھر کی تلاشی لے اور پھر اس کے گھر کے گرد پہرہ بٹھادے اور اگر کافی مدت گزر جانے کے بعد وہ گھر سے نہ نکلے تو قاضی کو اس کا مکان منہدم کرنے کی بھی اجازت ہے۔ کیونکہ یہ شخص سلطان کا معاند ہے۔ نیز قاضی اچانک چھاپہ مار کر بھی ملزم برآمد کرسکتا ہے اور اس کیلئے خصوصی اعوان عدالت کی خدمات حاصل کرسکتا ہے [۳۴]

ان فقہی آراء و اقوال سے یہ بات ثابت ہوگئی اگر کوئی ایک فریق مقدمہ یا گواہ عدالت کے طلب کرنے پر عدالت میں پیش ہونے سے پس و پیش کرے تو اسے تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اسے پولیس اور انتظامیہ کے ذریعے حاضری پر مجبور کیا جائے گا اور اس کے خلاف عدالت میں حاضر نہ ہونے کا دعویٰ قائم کر کے دو گواہوں کی گواہی پیش کی جائے گی کہ اس نے عدالت میں حاضری سے عمداً پس و پیش سے کام لیا اور جب تک الزام ثابت نہ ہو جائے تب تک اسے سزا نہیں دی جاسکتی نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بیلف اور پولیس کے قول پر اعتماد نہ کیا جائے اس عدم اعتماد کی وجہ دو گواہوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اگر پولیس اور بیلف کے قول کا اعتبار کیا جاتا تو دو گواہ ضروری قرار نہ دیئے جاتے، ہاں اگر وہ عدالت میں کوئی حرکت آداب عدالت کے خلاف کرتا ہے تو اس صورت میں دعویٰ قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہوں کی بلکہ قاضی اپنے علم کے اعتماد پر زجر، ضرب یا حبس کی تعزیری سزا ایسے جرم پر دینے کا مجاز ہے جو عدالت کے اندر خلاف آداب عدالت کیا گیا ہو۔ ۲۔۳ عدالت میں جھوٹی شہادت اور جھوٹا بیان دینا توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے، تفصیل شہادت کے مبحث میں دیکھیں۔

---

* چیئرمین شعبہ عربی، علوم اسلامیہ و تحقیق گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

عدالت میں بے ہودہ گوئی

احناف فقہائے امت قاضی علاء الدین الطرابلسی اگر عدالت میں ایک فریق نے دوسرے کو گالی دی یا اور قسم کی ایسی حرکت کی جو موجب توہین عدالت ہو تو حاکم حسب صواب دید خود اس کو قید کی سزا دے سکتا ہے۔ (۳۵)

حنابلہ: ابن قدامہ: وله ان ينتهز الخصم اذا التوى ويصح عليه وان استحق التعزير يعزره بما يرى من ادب وحبس وان افتات عليه بان يقول حكمة على بغير الحق اداار تشيت فله تاديبه وان يرأ المنكر باليمن قطعها عليه وقال البينة على خصمك فان عاد تهره فان عاد نهره ان راى وامثال ذالك مما نيه اساء الادب فله مقابله فاعله وله العفو۔ (۳۶)

ترجمہ: اگر مقدمہ کا کوئی فریق مقدمہ میں رخنہ اندازی یا ہیر پھیرا کرے تو قاضی کو حق حاصل ہے کہ اسے منع کرے اور ضرورت پڑنے پر اپنی صوابدید کے مطابق صرف حبس کی سزا دے اور اگر وہ قاضی پر خلاف حق فیصلے کرنے یا رشوت لینے کا الزام عائد کرے تو اسے تادیبی کاروائی کا حق حاصل ہے اگر منکر پہلے قسم اٹھانا چاہے تو اسے روک دے اور کہے کہ تمہارے مخالف کے ذمہ گواہی ہے (تمہاری باری اس کے بعد آئے گی) اور اگر وہ دوبارہ قسم اٹھائے اور قاضی کی بات پر توجہ نہ دے تو قاضی اسے ڈانٹ سکتا ہے اور اگر وہ سہ بارہ ایسا کرے تو وہ اپنی صوابدید پر اسے تعزیری سزا دے سکتا ہے اور اگر اس قسم کی کوئی اور خلاف آداب عدالت کا کام کرے تو قاضی کو اس میں معاف کرنے اور اپنی صوابدید کے مطابق تعزیری سزا دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر کسی مقدمہ کا کوئی فریق کسی معاملہ میں مشکلات پیدا کرے تو قاضی اس کو جھڑک سکتا ہے اگر وہ سزائے تعزیر کا مستحق ہے تو قاضی اس کو مناسب جسمانی یا قید کی سزا بھی دے سکتا ہے اگر کوئی شخص قاضی کی بدتمیزی کرے مثلاً یہ کہے کہ تم نے میرے خلاف جو فیصلہ دیا ہے وہ مبنی برحق نہیں ہے یا تم نے رشوت لی ہے تو قاضی اس شخص کو سزا بھی دے سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے۔ (۳۷)

مالکیہ: ابن الماجشون اور فطرت: واذا اسرع بغير حجة مثل قوله يا ظالم يا فاجر ونحو ذلك زجره عنه ويضرب في مثل هذا الاان تكون فتنة من ذمي مروة فينهاه۔ (۳۸)

اور اگر کوئی خصم بلا دلیل قاضی کو ظالم' فاجر یا اس طرح کے برے القاب سے مخاطب کرتا ہے تو وہ اسے ڈانٹ بھی سکتا ہے۔ اور اگر اس سے اہل مروت میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو محض منع کرنے پر اکتفا کرے۔

ابن فرحون: ان القيام والحق فيه لله عزوجل فلا يحل للقاضي تركه لان السباب انتهاك الحرمة مجلس القاضي والحكم (۳۹)

اس میں حق اللہ کا تعلق ہے اس لئے قاضی کو اس حق کا چھ۔۔۔ ئز نہیں کیونکہ گالی گلوچ مجلس قاضی اور فیصلہ دونوں کی

ہتک عزت ہے۔

احمد السرردیر: اگر کوئی شخص مجلس عدالت میں قاضی کے فیصلہ کو برا کہے مثلاً یہ کہے کہ آپ کا یہ فیصلہ غلط ہے یا آپ ناحق فیصلہ کرتے ہیں یا آپ رشوت لیتے ہیں یا مثلاً یہ کہے اگر میں کوئی بڑا آدمی ہوتا' یا آپ کو روپیہ دیتا' تو آپ میرے حق میں فیصلہ کردیتے۔ یا میری گواہی قبول کرلیتے یا ایسی ہی کوئی اور بات کہے (اب سب صورتوں میں اس شخص کی تادیب کی جاسکتی ہے) (وفی الحاشیہ) اگر عدالت سے باہر ایسی کوئی بات کہے تو پھر اس کو قاضی خود کوئی تادیب نہ کرے بلکہ کسی اعلیٰ عدالت کو معاملہ بھیج دے تاہم بہتر یہی ہے کہ معاف کردے۔ (۴۰)

محمد بن عرفہ: وتادیب من اساء ای کقولہ ظلمتنی اوکتریت علی وقال ابن عبد السلام یجب التادیب لحرمۃ الشرع وکذلک اذا ساء علی غیرہ ای کشاھد اوخصم کان الادب واجبا (۴۱)

اور جو شخص قاضی سے بدتمیزی کرے مثلاً یہ کہے کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے یا مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ تو قاضی اسکے خلاف تادیبی کارروائی کرسکتا ہے۔ ابن عبد السلام کہتے ہیں کہ شریعت کا احترام برقرار رکھنے کیلئے تادیبی کارروائی ضروری ہے۔ نیز اگر کسی اور سے بھی اگر بدتمیز کرے مثلاً گواہ سے یا فریق مخالف سے تو بھی تادیبی کارروائی واجب ہوگی۔

فقہ اسلامی میں یہ تحفظ صرف قاضی کی ذات کو حاصل نہیں بلکہ گواہوں اور فریق مخالف کے ساتھ عدالت میں زیادتی کی صورت میں یہ تحفظ انہیں بھی حاصل ہوگا' قاضی اپنی ذات کے لئے درگزر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے مگر گواہوں اور کسی فریق کے ساتھ ہونیوالی زیادتی کو وہ معاف نہیں کرسکتا بلکہ وہ اس کا نوٹس لے اور متعلقہ شخص کو سزا دے۔

شوافع: علامہ ماوردی: فینھی القاضی الخصم عن لردہ ولا بیدأبہ قبل النھی بزجر فان کف بالنھی کف عنہ وان لم یکن عنہ قابلہ وغلبہ بالزجرو الزبر قولاً لا تتعداء الی ضرب ولا حبس ویکون زجرہ وزبرہ معتبرا من وجھلین احدھما بحسب لردہ والثانی علی قرر منزلتہ ذان لم یکف بالزجر بعد الثانیۃ حتی عاد الیہ ثالثہ جاز ان ان یتجاوز زواجر الکلام الی الضرب والحبس تعزیرا داد بایحتھر فیہ حسب الرود' وعلی قرر المنزلۃ فان کان فی لردہ شتم وفحش وکان غمرا اسفیھا ضربہ امابالعصعا اوبالنفل علی مقدارہ وان کان لردہ تمانعاً من الحق وخروجا من الواجب (۴۲)

ترجمہ: قاضی فریق مقدمہ کو بدتمیزی اور توہین سے منع کرے اور منع کرنے سے پہلے اس کو ڈانٹنے سے پرہیز کرے' اگر وہ منع کرنے سے رک جائے تو قاضی مزید کارروائی نہ کرے اور اگر نہ رُکے تو قاضی اس کو زجر و ڈانٹ پلا سکتا ہے۔ لیکن

مارنے اور قید کرنے کا بھی قاضی کو اختیار نہ ہوگا۔ قاضی کو زجر دو طرح سے معتبر ہوگی ایک اس کی بدتمیزی اور اہانت کے مطابق دوسرے اس کے مقام کے مطابق اگر دوسری مرتبہ وہ ڈانٹ ڈپٹ سے بھی باز نہ آئے اور تیسری مرتبہ بھی خلاف آداب عدالت حرکت کا ارتکاب کرے تو قاضی اس کے توہین آمیز رویے اور اس کی پوزیشن دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے اجتہاد سے تعزیراً اس کو ضرب اور حبس کی سزا دے سکتا ہے' چنانچہ اگر اس کی بدتمیزی گالی گلوچ اور بدگوئی کی شکل میں ہو اور آدمی بھی بد دماغ اور بیوقوف ہو تو اسے بقدر جرم ڈنڈے یا جوتے سے مار سکتا ہے اگر اس کا جھگڑا اور توہین آمیز رویہ حق سے روگردانی اور فرض سے فرار تک محدود ہو اور وہ خاموش ہو تو اسے گرفتار کر دے۔

ماوردی کا یہ استدلال اس فرمان الٰہی سے ہے۔

وتنذر به قوما لدا — اس کے ذریعے آپ جھگڑالو قوم کو ڈراتے ہیں۔

زادالمحتاج: یجوز له تعزیراً من اساء الادب علیه فیما یتعلق باحکام کقوله حکمت بالجور ونحوه (۴۳)

قاضی کے فیصلوں کے سلسلے میں جو شخص بے ادبی کا مرتکب ہو مثلاً اس پر ظلم کا الزام لگائے تو قاضی اسے تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

ماحصل: فقہائے کرام کا اتفاق ہے ہر وہ شخص جو مجلس قضاء کے آداب کی خلاف ورزی کرے یا عدالت میں قاضی کے سامنے جھوٹی شہادت دے یا قاضی' عدالت اور گواہوں کے وقار کے خلاف کوئی حرکت کرے اور فیصلہ کے عمل درآمد یا عدالت میں پیشی کے سلسلہ میں قاضی کا حکم نہ مانے اور ہر وہ کام جس سے عدالت کی کارروائی میں مداخلت ہو یا عدالت کے وقار کو دھچکا لگے ان تمام صورتوں میں عدالت کی توہین متصور ہوگی اور اس کا مرتکب سزا کا مستحق ہوگا۔ (۴۴)

عدالتی فیصلوں کا ریکارڈ:

اگرچہ معاملات کا لکھ لینا یعنی کتابت قرآن کریم سے ثابت ہے اس لئے فیصلوں کے قلمبند کرنے کی وجہ موجود ہے لیکن عدالتی فیصلوں کا قلم بند ہونا حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں شروع ہوا ہے۔ محمود بن محمد عرنوس تاریخ القضاء فی الاسلام میں لکھتے ہیں خلفائے راشدین میں اور دوسرے بنی امیہ کے زمانہ میں محکمہ عدالت کی ابتدائی باقاعدہ تدوین اور نشوونما ہو رہی تھی۔ فیصلوں کو قلمبند کرنے کی ضرورت نہ تھی' جھگڑے والے لوگ قاضی سے استفتاء کرتے اور قاضی فیصلہ کر دیتے اور اس پر عمل ہو جاتا تھا لیکن آہستہ آہستہ نئے حالات پیدا ہوتے گئے۔ (۴۵)

محمد بن یوسف کندی تاریخ قضاۃ مصر میں لکھتے ہیں: سلیم بن عتر حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصر کے قاضی تھے' ان کے پاس کوئی وراثت کا مقدمہ پیش ہوا۔ سلیم بن عتر نے ان وارثوں کے حقوق کا فیصلہ کر دیا لیکن اس کے بعد پھر ان دونوں نے اس فیصلہ میں شک و شبہ کیا اور ایک دوسرے سے انکار کرنے لگے کہ قاضی

صاحب نے اس طرح فیصلہ نہیں کیا تھا بلکہ یوں فرمایا تھا۔

انہوں نے عدالت کی طرف رجوع کیا تو قاضی صاحب نے پھر فیصلہ کیا اور اس فیصلہ کو کاغذ پر لکھ کر گواہی بھی کرادی یہ گواہ فوج کے عہدہ دار تھے اس لحاظ سے مصر میں سب سے پہلے انہوں نے فیصلوں کو قلمبند کیا۔

سلیم بن عتر تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں اور بڑے عبادت گزار بزرگ تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے ناسک کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ۴۰ء میں عہدہ قضاء پر مامور ہوئے۔ بیس سال اس عہدہ کی خدمات عمدگی سے ادا کیں۔ ۶۵ء میں بمقام ومیاط وفات پائی تاریخ میں یہی پہلے شخص میں جنہوں نے فیصلوں کو کتابی صورت میں قلمبند کرایا۔ (۴۶)

﴿ مصادر و مراجع ﴾

(۱) اسلام میں مقننہ قانون سازی میں خود مختار نہیں' بلکہ وہ شرعی اصول وضوابط کی پابندی ہوگی اور عدلیہ بھی بایں معنی خود مختار نہیں بلکہ فقط اسلامی اصولوں کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔

(۲) المائدہ ۵:۴۹ (۳) المائدہ ۵: ۴۸ (٤) المائدہ ۵

(۵). امام مسلم ابوالحسین مسلم بن الحجاج القیردی بن مسلم ابن ورد بن شان نیشا پوری الشافعی ۲٦۱ھ : مسلم فی الحدود' باب رجم الیهود' ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی ۲۷۵ھ : ابوداؤد فی الحدود باب رجم الیهود' میرمحمد کتب خانه کراچی' جامع الاصول' ج۳' ص۵٤۵۔ (٦) بحواله احبار' باب ۲۰' استثناء' باب ۲۲۔۲۳۔۱٤

(۷) مصنف عبدالرزاق' لابی بکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی ۲۲۱ھ :تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی ج ۹۔المکتب الاسلامی بیروت' ص ٤۲٦۔ مجمع الزوائد منبع الفوائد' ج ٦' دارالکتاب العربی' بیروت لبنان ص ۲۸۹۷۔ الهیثمی حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ۸۰۷ھ : امام احمد بن حنبل الشیبانی ابو عبدالله احمد بن محمد حنبل بن هلال الشیبانی ۲٤۱ھ : مسند امام احمد' ج ۱ مصر' ۱۳۱۳' ص ۱٤۱۔

(۸) ابوداؤد فی الدیات والنسائی فی القسام والمصنف

(۹) المصنف' ج ٤' ص ٤٦۸

(۱۰) ابن اثیر علی بن محمد ٦۳۰ ھ : تاریخ الکامل ج ۲' دارالکتاب العربی بیروت' ص ۱۰٤

(۱۱) طبقات بن سعد' ج ص۳' ص ۱۸۲' مصنف عبدالرزاق' ج ۱۱' ص ۳۳٦' الکامل لابن الثیر' ج ۲' ص ۱٦۰ (۱۲) محمد شهیر ارسلان: القضاء والقضاة' ص ۲۰٤

(۱۳) القضاء والقضاة ص ۲۱۳ (۱٤) الکامل لا بن اثیر' ج ۳' ص ۳۰

(۱۵) القضاء والقضا' ص ۱۸٦

(۱٦) کنز العمال ' ج۱۳ بحواله ابن ابی داؤد ' ابن عساکر ' ص ۸۳

(۱۷) فتاوی قاضی خان برحاشیة عالمگیری ' ج ۲ ' : الشیخ نظام وجماعت من العلماء ' هند تالیف بحکم جلالة الملك المعظم السلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر ملك الهند ' الفتاوی الهندیه (فتاوی عالمگیری) بلوچستان بك ڈپو ۱٤۰۵ھ : ۱۹۸۵ء ' ص ٤٤۹ ' عالمگیری ' ج۳ ص۳۱۹

(۱۸) جسٹس امیر علی : هسٹری آف سارا سنز ' مطبوعه لندن ' ص ٦۲

(۱۹). الماوردی ابوالحسنؒ بن محمد بن حبیب البصری الشافعی ٤٥۰ھ الاحکام السلطانیه. دارالکتب العلمیة ' بیروت ' ص ٦٥

(۲۰) فتاوی قاضی خان بر حاشیة عالمگیری ' ج ۲ ' ص ٤٤۹ ' عالمگیری ' ج ٤ ' ص ۳۱۸

(۲۱) الکامل لابن اثیر ' ج ۳ ' ص ۳۰.　　(۲۲) النسآء (٤) : ٦٥

(۲۳) ظفراحمد عثمانی القرآن الحکیم ترجمه وتفسیر بیان القرآن اختصار شده ' ص ۷۹

(۲٤) مولانا مفتی محمد شفیع ' معارف القرآن ' ج۲ ' ص ٤٦۰

(۲٥) ممد بن خلف بن حیان المعروف بوکیع:اخبار القضاة ۳۰٦ھ : ج ۳ ' عالم الکتب بیروت ' ص ۳۱۳

(۲٦) الاستاذ ادم متز : کتاب الحضارة الاسلامیه ' ص ۳٥۷. دکتور منیر: طبعات المجتمع الاسلامی ' ص ٤۱۲

(۲۷) الخصاف حسام الدین عمر بن عبدالعزیز ٥۳٦ھ: والمعروف بصدر الشهید: شرح ادب القاضی ج۲ ' مطبعة الارشاد بغداد.۱۹۷۷ء ص ۱۲٦. الفتاوی الهندیة ' ج۳ ' ص ۳۲۱. ادب القاضی للماوردی ' ج۲ ' ص ۳٦۰. السرخسی ' علامه السرخسی محمد بن احمد بن ابی سهل السرخسی شمس الأئمة الحنفی ٥۰۰ھ : المبسوط ' ج۱٦ ' دارالمعرفت ' بیروت لبنان ' ص ٦٤.

(۲۸) النور (۲٤) : ٤۸.

(۲۹) الجصاص 'امام الجصاص ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی ٤۷۰ھ احکام القرآن . ج ۲ ' دارالکتب العربی ' بیروت. ۱۳۳٥ھ: ص ۳۲۹　　(۳۰) النور (۲٤) : ٥۱

(۳۱) احکام القرآن للجصاص ' ج۲ ' ص۳۲۹. ابن فرحون برهان الدین بن ابراهیم بن علی بن ابی القاسم بن محمد بن فرحون المالکی ۲۹۹ھ: تبصرة الحکام فی اصول الاقضیة ومناهج الاحکام ج۱ ' ص دارالکتب المکتبة بیروت.

(۳۲) ابن ابی الوم شهاب الدین ابواسحاق ابراهیم بن عبدالله المعروف بابن ابی الدم الحموی الشافعی ٦٤۲ھ: کتاب أدب القضاء من دار الفکر ' دمشق ' ص ۳۱ ' ۱۳۲

(۳۳) روضة القضاة ' ج۱ ' ص ۱۷۳. الطرابلسی قاضی علاء الدین ابی الحسن علی بن خلیل

الطرابلسی الحنفی ۸۴۳ھ : معین الحکام فی مایتردد بین الخصمین من الاحکام مصطفی البابی الحلبی' مصر ۱۳۱۰ھ : ص ۹۹

(۳۴) روضة القضاة: ج ۱' ص۱۷۵' الفتاوی الهندیة' ج۳' ص ۳۳۶' ادب القاضی للخصاف' ج ۲' ص ۳۲۶' ابن قدامه المقدسی شمس الدین عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامه الصالحی الحنبلی ۶۵۲ھ : المغنی لابن قدامه' ج۱۱' دارالکتاب العربی' بیروت ۱۹۶۷ء ص ۴۰۲۔ تبصره الحکام' ج۱' ص ۲۴۳۔ ابن الحطاب ابوعبدالله محمد بن محمد بن عبدالرحمن الطرابلسی المالکی ۹۵۶ھ : مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل' ج ۶' مکتبه النجاح لیبیا: ص ۱۴۵۔

(۳۵) معین الحکام (۳۶) المغنی مع الشرح الکبیر' ج۱۱' ص ۳۸۶

(۳۷) المغنی لابن قدامه' ج ۹' ص ۴۳۔۴۴

(۳۸) تبصرة الحکام' ج ۱' ص ۳۴

(۳۹) تبصرة الحکام' ج ۱' ص ۳۴

(۴۰) الدر دیر ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر المالکی ۱۲۰۱ھ : الشرح الصغیر' ج۴' دارالمعارف' مصر' طبع قاهرة ص ۱۹۴۔۱۹۵

(۴۱) الدسوقی' الشیخ محمد ابن عره ا لدسوقی المالکی ۱۲۳۰ ھ : حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر' ج ۴' دارالفکرک بیروت' ص ۱۱۸۔

(۴۲) ادب القاضی للماو ردی' ج ۱' ص ۲۵۴

(۴۳) المبسوط للسرخسی' ج ۱۶' ص۶۴' الفتاوی الهندیة' ج۳' ص۳۲۱۔ معین الحکام' ص ۹۷۔ شرح ادب القاضی للخصاف' ج۲' ص ۳۳۵' حاشیه الدسوقی' ج۴' ص۱۱۸۔ امام مالک ابوعبد الله مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر التیمی ۱۷۹ھ : عن روایة سنجنون عن ابی القاسم عن مالک: المدونة الکبریٰ' ج ۵' مطبعة خیریة مصر' ۱۳۲۲' ص ۱۴۴۔ احمد بن یحییٰ بن مرتضیٰ ۸۴۰ھ :ا لبحرالزخار' ج۶' المطبع مؤسسة الرسالة' بیروت' ص ۱۲۱۔ المغنی' ج۱۱' ص ۳۸۷' کتاب ادب القضاء لابن ابی الدم' ص ۸۹۔ الشیخ عبدالله بن الشیخ حسن الحسن الکوهجی: زاد المحتاج' ج ۴' الشئون الدینیه' قطر' ص ۵۳۱۔

(۴۴) معین الحکام للطرابلسی' ص ۲۰

(۴۵) الشیخ محمد عرنوس: تاریخ القضاء فی الاسلام بعرنوس' المطبعة الاحلیه الحدثیة' القاهرة

(۴۶) الکندی' ابوعمر محمد بن یوسف المصری ۳۵۰ھ : تاریخ قضاة مصر۔

عنایت اللہ گوھاٹی
کالم نگار و دانشور

رواجی معاشرے کے لئے مشعل راہ
حضرت فاطمہ الزہرہؓ کا جہیز

پیغمبر پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس سے حدیث پاک ﷺ سے نکاح کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ویسے بھی نسل انسانی کی بقاء مرد وعورت کے ملاپ میں مضمر ہے، اور مرد وعورت کے اس قانون اور جائز ملاپ کو شادی کا نام دیا گیا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''بہترین نکاح وہ ہے جو ایسی عورت سے کی جائے جو متقی اور پرہیزگار ہو نہ کہ مالدار یا اعلیٰ حسب ونسب والی ہو۔ شادی کرنا تمام انبیاءؑ اور صحابہ اجمعینؓ کی سنت ہے۔ حضور پاک ﷺ نے خود بھی شادیاں کی تھیں اور اپنی بیٹیوں کی بھی شادیاں کرائی تھیں۔ آپ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے بیاہی گئی تھیں۔ آپ کی پیاری اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے جن کاموں میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہے ان میں ایک لڑکی کی شادی بھی ہے، جبکہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں۔ اسلام شادی کو آسان تر بنانے کا حکم دیتا ہے، تاکہ معاشرہ بے راہ روی اور گناہ سے بچے۔ شادی کے وقت ولیمہ بھی سنتِ رسول ہے صحابہ کرامؓ کی شادیوں میں ولیمے کے طور پر چند کھجوریں یا زیادہ سے زیادہ چند افراد کو روٹی گوشت کھلائی جاتی تھی۔ نکاح انتہائی سادگی سے انجام پاتی تھی۔ حضور پاک ﷺ اور تمام صحابہ کرامؓ کی زندگیاں انتہائی سادہ تھیں۔ ان کی زندگیوں کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی تھی وہ دنیاوی جاہ وجلال، نمود ونمائش اور مال ودولت کو ناپسند کرتے تھے۔ خود دونوں جہانوں کے سردار ﷺ کے گھر کا سامان انتہائی مختصر تھا۔ ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے برتن، پانی کا گھڑا اور ایک پیالہ آپ ﷺ کا کل اثاثہ تھا۔ آپ ﷺ کے گھر میں رات کو چراغ بھی کم جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ہم لوگوں کو چولہا جلائے ایک مہینہ گزر جاتا۔ فرماتی تھیں کہ کبھی تین دن ایسے نہیں گزرے تھے کہ ہم نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔

اب دیکھئے حضرت نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی اور پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی تھی۔ وہ فاطمہؓ جس سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ وہ فاطمہؓ جب وہ تشریف لاتی تھیں تو نبی کریم ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے، اسی کا ہاتھ تھام لیتے، پیشانی کو بوسہ دیتے اور اس کیلئے اپنی چادر دیتے، وہ فاطمہؓ جن کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ کے والد (نبی کریم ﷺ) کے علاوہ کوئی ہستی فاطمہؓ سے افضل نہیں دیکھی، وہ فاطمہؓ جو سیّد الشہداء

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی والدہ تھیں، جن کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تھی۔ رخصتی کے وقت حضور پاک ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو جو سامان دیا تھا، ان میں ایک بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو گھڑے شامل تھے۔ حضرت فاطمہؓ گھر کا سارا کام خود کرتیں، چکی پیستیں اور مشکیزے میں پانی بھر کر لاتیں، جس کی وجہ سے مشک کی رسی سے جسم پر نشان پڑ گئے تھے۔ گھر کا کام کاج خود انجام دیتیں۔ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی فیاضی کا ذکر کرتے ہوئے مقصود یہ تھا کہ اگر فاطمہؓ کی شادی کے وقت حضور ﷺ محض چند صحابہؓ سے اشارۃً فرماتے کہ میری بیٹی کی شادی ہے، تو صحابہ کرام آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی بیٹی پر مال تو کیا اپنی جان تک نچھاور کرتے۔ لیکن اپ ﷺ کو فکر اپنی امت کی بیٹیوں کی تھی کہ کہیں فاطمہؓ کی شادی مثال بن کر امت کی بیٹیوں کی شادیوں کی راہ میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ اب اگر ہمارے اس دور کی شادی بیاہ پر نظر ڈالی جائے، تو آج لڑکے اور لڑکی دونوں کی شادی خوشی کی بجائے عذاب بن رہی ہے۔ اگر لڑکے کی شادی، ولیمے اور بے شمار ستم کے بے جا رسومات پر لاکھوں اڑاتے جاتے ہیں، تو لڑکی کے جہیز پر بھی والدین کی کمر توڑی جاتی ہے۔ عمدہ قیمتی فرنیچر، درجنوں مہنگے جوڑے، اعلیٰ قیمتی برتنوں کے کئی سیٹس اور دوسرے بے شمار ضروری گھریلو اشیاء سے لیکر ٹی وی، فریج اور ائیر کنڈیشن تک کے مہنگے اور قیمتی اشیاء جہیز میں شامل ہیں۔ کچھ لوگ تو دلہن کے ساتھ لگژری گاڑی، پلاٹ یا بنگلے کو بھی ضروری اشیاء میں شمار کرتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بعض لوگ جہیز کا باقاعدہ مطالبہ بھی کر لیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض کھاتے پیتے گھرانوں یا رشوت، سمگلنگ اور ناجائز ذرائع سے دولت کے انبار اکھٹے کرنے والے کئی لوگ یہ تمام شاہ خرچیاں اور فضول خرچیاں برداشت کر سکیں گے۔ لیکن کیا کہا جائے ایک غریب اور نادار گھرانے کی بیٹی کا، جن کے والدین محض حق و حلال کی کمائی کے چند ہزار کے ملازم ہوتے ہیں یا جن کے والدین اس دنیا میں نہیں۔ یہ بھی دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ بعض لوگ انتہائی مجبوری کی صورت میں اپنی بہنوں کی جہیز کیلئے اپنے گردے تک بیچتے ہیں۔ بے شمار والدین بینکوں سے بھاری شرح سود پر قرضے لیتے ہیں اور زمینیں تک بیچتے ہیں۔ تاکہ اپنی بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کر سکیں اور سسرال میں کم جہیز کی وجہ سے ان کی بیٹیاں طعنوں سے بچیں۔...... آج کے دور میں جہیز ایک مصیبت اور لعنت بن چکی ہے۔ جہیز کی وجہ سے آج غریب گھرانوں کے بے شمار بچیاں شادی سے محروم ہو رہی ہیں۔ یہ کسی ایک گھر یا خاندان کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ پوری قوم اور پورے معاشرے کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ جہیز ہمارے معاشرے کے لئے ایک ناسور بن چکا ہے۔ جہیز کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ کل اگر انکی بھی پانچ چھ بیٹیاں شادی کی عمر کو پہنچیں، تو ان کا مستقبل کیا ہوگا۔ وقت ہے کہ مروجہ جہیز کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جائے۔ نوجوانوں میں شعور پیدا کیا جائے کہ وہ جہیز لینے سے انکار کریں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو بھی اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرنا چاہئے۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ جہیز اور اس قسم کی دیگر فضول رسموں اور فضول خرچیوں پر سخت پابندی لگائے تاکہ کوئی غریب گھرانے کی لڑکی جہیز کا بوجھ برداشت نہ کرنے کی وجہ سے شادی سے محروم نہ ہو اور ان کے والدین اور بہن بھائیوں کی زندگیاں اجیرن نہ بن جائیں۔

جناب راشد علی زئی
''میرا کتب خانہ'' اٹک

گلشن مدنیؒ کا گل سرسبد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی جلالوی رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون حضرت مولانا عبدالغنیؒ کی عظیم شخصیت کے بارے میں آپ کی زندگی کے بالکل آخری ایام میں جناب راشد علی زئی صاحب نے بھیجا تھا۔ لیکن افسوس کہ آپ کی حیات میں یہ مضمون شائع نہ ہوسکا۔ بہر حال مضمون کی اہمیت پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے .... (ادارہ)

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شاندار جدو جہد آزادی، لازوال تقویٰ و پرہیز گاری، علم و عمل کی برتری اور بے مثال کسر نفسی کی بدولت شروع ہی سے میرے دل میں ان کے لئے عقیدت و محبت کا ایک سمندر موجزن ہے اور اس میں بحمد اللہ اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ اپنی اسی عقیدت و محبت کی بدولت گلشن مدنیؒ کی خوشہ چینیوں میں لگا رہتا ہوں، میرے اسی شوق کو دیکھتے ہوئے ایک مرتبہ میرے عزیز دوست سجاد احمد ماگرے اور ڈاکٹر سعید احمد خان نے ذکر کیا کہ چھچھ کے معروف گاؤں ''جلالیہ'' میں گلشن مدنیؒ کا ایک مہکتا پھول موجود ہے، مجھے اپنی اس لاعلمی و بے خبری پر از حد افسوس ہوا، کیونکہ میں پچھلے کئی سالوں سے ''علمائے چھچھ'' کے حالات واقعات جمع کرنے میں لگا ہوا تھا مگر مجھے اس زندہ و تابندہ ہستی کے بارے میں خبر ہی نہ ہوسکی، بہر حال میں اس ہستی کی زیارت کیلئے بے چین ہوگیا۔ میری اس بے چینی و بے قراری سے میرے دونوں عزیز دوست بھی بے خبر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ مسبب الاسباب نے بہت جلد ہی اسباب پیدا فرمادیئے اور ایک روز اچانک سجاد احمد نے آکر مجھے بتایا کہ حضرو کے مرکز تبلیغ وعلم میں کل صبح حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی مدظلہ العالی جلوہ افروز ہورہے ہیں۔ میں نے بے چینی سے وہ رات گزاری اور اگلے روز ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پھر انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک نہایت ہی شفیق و نورانی شکل اور بلند قامت ہستی کی زیارت سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ مجھے بفضل تعالیٰ بے شمار علماء و بزرگوں کی شفقت و محبت کا اعزاز حاصل رہا ہے مگر میں بلا مبالغہ دعلوہ سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے اس قدر کشش و نورانیت کم از کم میں نے کسی چہرے میں نہ پائی تھی، میری آنکھیں بے اختیار عقیدت و محبت کے بوجھ سے جھکتی چلی گئیں۔ بعد ازاں ڈاکٹر سعید احمد خان (جو مہتمم مدرسہ مولانا حافظ رشید احمد کے چھوٹے بھائی اور معروف علمی و تبلیغی شخصیت ماسٹر کرم داد

صاحب کے فرزند ہیں) نے تعارف کروایا اور میرے والد گرامی خواجہ محمد خان اسدؒ کے علمی و ادبی کارناموں' لائبریری کے قیام اور پھر عین ان کی پیشین گوئی کے مطابق بدورانِ حج مکہ مکرمہ میں غار حرا کے مقام پر ان کی رحلت کا ذکر کیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بطور خاص شفقت و محبت سے نوازا اور علم و عمل' غار حرا کی فضیلتوں اور بدورانِ حج وہاں رحلت کی خوش نصیبی کا دیر تک تذکرہ فرمایا۔ اسی دوران مرکز تبلیغ میں موجود ایک تبلیغی جماعت کے کچھ افراد آ گئے اور دعا کیلئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا ''آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ آپ لوگ تو اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں اس لحاظ سے آپ اللہ کے مجاہد ہیں'' پھر آپ نے تمام حاضرین محفل سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ''ہمیں اللہ تعالیٰ کے شکر کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔''

اسی دوران حضرت شیخ الحدیث مدظلہ' کے ساتھ ان کی پلیٹ میں ہی ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی دوران میں ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہوا اور میرے دل و دماغ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ' کی محبت و عقیدت یکدم بہت زیادہ بڑھ گئی۔ ہوا یوں کہ میں نے پوچھا کہ ''آپ دیوبند کس سن میں گئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ۶۳ء میں! میں دل میں ذرا حیران ہوا کہ شاید ضعیف العمری کا تقاضہ ہے اور آپ کو سہو ہوا ہے۔ کیونکہ تقسیم ہند کے بعد ان کا وہاں جانا اور حضرت شیخ مدنیؒ سے فیض حاصل کرنا عجیب سی بات ہے۔ میں ابھی دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''میں عیسوی کی نہیں' ہجری کی بات کر رہا ہوں۔'' میں ان کی اس قیافہ شناسی اور روحانی قوت پر عش عش کر اٹھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ''میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ الحدیث ہوا ہوں اور حضرت شیخ مدنیؒ کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ تہہ کیا بلکہ ان سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔'' آپ نے اپنی عمرِ عزیز کے بارے میں بتایا کہ اس وقت قریباً ۹۵ سال ہے۔ مگر صحت اللہ کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے۔ غرضیکہ انہی باتوں میں وقت کا احساس ہی نہ ہوا اور آپ کی رخصتی کا وقت آن پہنچا آپ چونکہ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے' اس لئے اسلام آباد فلائیٹ کے لئے پہنچنا تھا۔ وقت رخصت میں نے حرمین شریفین میں دعا کی درخواست کی تو آپ نے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے فرمایا کہ ''تمہیں وہاں کیسے بھول سکتا ہوں کہ تمہارا باپ تو پہلے ہی وہاں ڈیرے جمائے بیٹھا ہے۔'' میں نے جاتے جاتے واپسی کا پوچھا تو آپ نے کہا کہ جب اللہ کو منظور ہو گا واپسی ہو جائے گی۔'' میں نے اصرار کیا تو فرمانے لگے ''ہماری کیا مجال ہے بس اسی رب کا حکم جب ہو گا واپسی ہو جائے گی۔'' پھر آپ عمرہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ مگر میرے دل میں ایک عجیب سی بے چینی رہنے لگی اور دل دوبارہ ملاقات و زیارت کے لئے مچلنے لگا۔ ڈاکٹر سعید احمد خان سے ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا۔ چند ماہ بعد پتہ چلا کہ آپ کی عمرہ سے واپسی ہو گئی ہے۔ حاضری کا پروگرام بنتا رہا مگر اللہ کو منظور نہ تھا اور سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا' دل ملاقات کے لئے بیتاب رہا مگر...........! آخر ایک روز ڈاکٹر سعید احمد نے بتایا کہ حضرت کل روز جمعرات اپنے کچھ عزیزوں کی

نکاح خوانی کے سلسلہ میں کراچی تشریف لے جا رہے ہیں اور میں آج ان کا ٹکٹ بنوا کر ظہر سے ذرا پہلے ’’جلالیہ‘‘ خدمتِ حضرت میں جاؤں گا۔ بس بُلاوا آ گیا اور ڈاکٹر سعید کے ہمراہ میں اور برادرم سجاد تیار ہو گئے۔ ہمیں جاتا دیکھ کر سجاد کے چچا محترم حاجی عبدالرحمٰن بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم بمشکل ظہر کی جماعت کو جلالیہ شیخ الحدیث مدظلہٗ کی مسجد میں پہنچ سکے۔ خوبی قسمت کہ جماعت کے دوران ہی حضرت شیخ الحدیث میرے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے۔ فراغت نماز کے بعد مصافحہ ہوا تو حضرت نے مجھ سے خیریت دریافت فرمائی اور پوچھا کہ کس وقت آئے ہو؟ میں نے ڈاکٹر سعید کا بھی بتایا تو فرمانے لگے سعید احمد کدھر ہے؟ میں نے بتایا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اتفاق کی بات جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو تشہد کے دوران ایک مکھی میرے ہاتھ پر بار بار بیٹھ کر مجھے تنگ کر رہی تھی اور میں اسے بار بار اڑانے کی خاطر ہاتھ کو حرکت دے رہا تھا۔ میری یہ حرکت شاید حضرت نے دیکھ لی تھی۔ اس لئے مجھے اسی وقت فرمایا کہ نماز میں بالکل حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ چاہے بے شک کوئی بھی چیز کاٹتی رہے۔ میں نے اس نصیحت کو پلے باندھتے ہوئے بقایا نماز پوری کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی محفل سج گئی۔ ہمارے سمیت کئی آدمی اکٹھے ہو گئے۔ حضرت مسجد کے برآمدے میں مصلے کے قریب جلوہ افروز ہوئے اور مجھے حضرت کے پہلو میں نشست میسر آ گئی۔ سب سے پہلے تو ڈاکٹر سعید احمد نے حضرت کے ٹکٹ کی بات کی۔ تب پتہ چلا کہ حضرت وعدہ کے مطابق سعید احمد کے فون کے انتظار میں فون کے پاس ہی بیٹھے رہے' اسی لئے جماعت کو بھی پہنچنے میں دیری ہو گئی۔ اس کے بعد سجاد نے میرا تعارف کروانے کی کوشش کی تو حضرت مدظلہ نے پہلی ملاقات کو یاد کرتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا تو ہم سب حضرت کے قوت حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر وہی ہوا جس بات سے میں ڈر رہا تھا کہ پہلی ملاقات میں بھی حضرت نے بطورِ خاص مجھے داڑھی رکھنے اور چہرہ سنت رسول ﷺ کے مطابق بنانے کی تلقین کی تھی۔ اور آج پھر حضرت نے وہی نصیحت شروع کر دی اور فرمایا کہ یہود و ہنود نے ہمیں اپنی ہر ایک بات دے دی ہے اور ہم نے بھی بلاتکلف ان کی ہر بری عنایت کو گلے سے لگا لیا ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنے داڑھی والے باپ کی بجائے ایک کلین شیو مرد کے پاس بھاگ کر گیا پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچہ قدرتی طور پر ماں کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے مشابہ شکل کے پاس ہی گیا۔ اسی طرح حضرت مدنیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک ڈاکٹر نے داڑھی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ جملہ لکھا کہ پیدائش کے وقت چونکہ داڑھی نہیں ہوتی اس لئے یہ فطرتی چیز نہیں ہے۔ تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر انسان کو دانت بھی توڑ دینے چاہئیں کہ یہ بھی پیدائش کے وقت نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی فطرتی چیز نہیں ہیں اور پھر اس جواب کا عنوان لکھا کہ ’’دندان شکن جواب‘‘......! حضرت مدظلہٗ نے مسلم تہذیب کو عیسائی اور غیر مسلم تہذیب و کلچر میں رنگ جانے پر بے حد دکھ و کرب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ایک مرتبہ میں نے جدہ میں ایک عربی شخص کو ٹائی لگاتے ہوئے دیکھا تو اسے روک کر عربی میں پوچھا کہ کیا یہ ٹائی لگانے سے

تمہاری تنخواہ یا عہدے وغیرہ میں کوئی خاص اضافہ ہوگیا ہے۔"

اسی دوران چچا عبدالرحمٰن نے کہا کہ حضرت مدنیؒ کا کوئی واقعہ سنائیں......! حضرت مدنیؒ کا نام نامی سن کر آپ نے آنکھیں بند کیں اور چند لمحے عجب کیفیت رہی پھر گلوگیر آواز میں بولنا شروع کیا اور فرمایا کہ "سلہٹ کے اندر ایک قاری صاحب تھے وہ رمضان گزارنے کے لئے حضرت مدنیؒ کے ساتھ آئے تھے' ایک روز سحری کے وقت حضرت مدنیؒ نے ازراہ مذاق فرمایا کہ یہ قاری صاحب "عجیب جن" ہے۔ سب حاضرین مجلس حیران وششدر رہ گئے تو حضرت مدنیؒ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ جب ہم لوگ اسارت مالٹا کے لئے بھیجے گئے تو پہلے ہمیں مصر میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں ہمارے مکان الگ الگ تھے' اور ایک دوسرے سے ملاقات کی قطعاً اجازت نہ تھی بلکہ ہمیں مکمل طور پر ایک دوسرے سے بے خبر رکھا گیا تھا اور پھر پہرا بھی سخت کڑا تھا۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ کو ہم برخورداروں کی بے حد فکر رہتی تھی کہ نہ جانے ہم کس حال میں ہوں گے اور ادھر ہمیں حضرت شیخ الہندؒ کی خیریت مطلوب رہتی تھی۔ ایسے عالم میں ایک دفعہ یہ قاری صاحب نہ جانے کس طرح حضرت شیخ الہندؒ کی رہائش کے دروازے پر جا پہنچے اور پہرہ داروں کی وجہ سے آواز نکالنے کی بجائے تالی بجائی تو حضرت شیخ الہندؒ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو قاری صاحب نے با آہستگی سے جواب دیا کہ اپنا آدمی ہوں اور پھر انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کو سب کے حالات سے آگاہ کیا اور ہم سب کو آ کر حضرت شیخ الہندؒ کی خیریت سے مطلع کیا تو ہم نے شکرِ رب الٰہ کیا۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجیب جن ہے۔ جس نے اتنے کڑے پہروں کے دوران نہ جانے کس طرح میرے پاس پہنچ کر مجھے سب کی خیریت سے آگاہ کیا۔

اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ایک دوسرا واقعہ سنایا کہ "سلہٹ کے اندر ایک لڑکا تھا اور جنات اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ جنات اس لڑکے کے والد کے شاگرد تھے اور اس کی وفات کے وقت جنات نے ان سے کوئی خدمت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میرے بعد میرے بیٹے کا بہت خیال رکھنا کہ کہیں یہ بدراہ نہ ہو جائے اور دین کی بجائے دنیا میں نہ اُلجھ جائے۔ حضرت مدنیؒ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس لڑکے اور جنات سے ملنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ جنات سے اگلے روز بعد نماز مغرب ملاقات کا وقت طے ہوا۔ حضرتؒ نے نماز مغرب کے بعد صلوٰۃ اوابین ادا کی اور حسب پروگرام مقررہ جگہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرتؒ صلوٰۃ اوابین کی وجہ سے ذرا لیٹ ہوگئے ہیں اور جنات جا چکے ہیں۔ بعدہٗ حضرتؒ نے اگلے روز وہیں نماز مغرب ادا کرنے اور اسی وقت ملاقات کا وقت طے کیا۔ اگلے روز جب حضرت مدنیؒ نماز مغرب ادا کر رہے تھے تو کندھوں پر بوجھ محسوس کیا تو آپ سمجھ گئے کہ جنات آچکے ہیں۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو برآمدے میں رکھے لیمپ کی لو مدہم کردی گئی اور آپ مسجد کے اندر کمرے کے ایک کونے میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے جنات سے ملاقات کی۔ سب سے پہلے اس لڑکے نے تلاوتِ کلام مجید کی۔ بعدازاں حضرت مدنیؒ کا جنات سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرتؒ نے ان سے کہا کہ ہمیں

ایک سلسلے میں تمہاری مدد کی اشد ضرورت ہے۔ کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکو گے؟ جنات نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ بتائیں؟ تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کیا تم انگریزوں کو یہاں سے نکالنے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟ جنات نے معذرت کی اور بتایا کہ ہمارے بڑے غیر مسلم ہیں اس لئے ہمیں ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی ان سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم اس سلسلے میں آپ کی مدد سے معذور ہیں۔

حضرت مدنیؒ کے اوصاف حمیدہ و کمالات عجیبہ کا سلسلہ چل نکلا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے فرمایا کہ ''حضرت مدنیؒ انتہائی متواضع اور کسر نفسی والے انسان تھے۔ انکا دستر خوان کبھی خالی نہ ہوتا تھا اگر اتفاق سے کوئی مہمان نہ ہوتا تو اساتذہ یا پھر طلبہ کو ہی شریک طعام کر لیا کرتے تھے۔ کسرِ نفسی کی یہ شان تھی کہ ''ایک دفعہ ایک شخص دیوبند آپؒ سے ملنے آ رہا تھا تو ایک کھتری بھی اس کے ہمراہ دیوبند اپنے کچھ رشتہ داروں سے ملنے چلا آیا اور اپنے ہمراہی سے کہا کہ میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کر کے اور رات کا کھانا وغیرہ کھا کر تمہارے پاس آ جاؤنگا اور رات تمہارے ساتھ ہی گزارونگا۔ وہ حسب پروگرام آیا اور رات جب بستر پر لیٹا تو حضرت مدنیؒ اس کے پاؤں دبانے لگے۔ یہ صرف اس ایک شخص کے ساتھ امتیازی سلوک نہ تھا بلکہ یہ رویہ ان کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا۔ اللہ اکبر! کیا آج کسرِ نفسی کی ایسی کوئی مثال کہیں مل سکتی ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ'' میں ایک مرتبہ سلہٹ ساتھ گیا۔ وہاں ہم الگ الگ کمروں میں تھے۔ مجھے اپنے کمرے میں خیال ہوا کہ میں جا کر کچھ خدمت وغیرہ کرلوں یا کچھ پانی وغیرہ کا پوچھوں، بس اس ارادے سے میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ میرے لئے کھانا لئے میرے کمرے کے دروازے پر موجود تھے۔

حضرت مدنیؒ کا تذکرہ چھڑ گیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے سامنے گویا یادوں کا گلشن کھل چکا تھا وہ حضرت مدنیؒ کے واقعات والہانہ انداز میں سنائے چلے جا رہے تھے اور ہم سب ہمہ تن گوش تھے۔ انہوں نے دیوبند میں قیام کے دوران کا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ''اس زمانے میں تھیٹر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تھیٹر والا دیوبند آ گیا۔ حضرتؒ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ''گورنمنٹ کو درخواست دی کہ اس اخلاق سوز اور غیر اسلامی چیز کو روکا جائے'' تو گورنمنٹ نے پابندی لگا دی مگر چونکہ وہ تھیٹر والا کافی خرچہ کر چکا تھا اس لئے علاقہ کے امراء و رؤساء کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ میں اپنا خرچہ پورا کر کے چلا جاؤں گا اس طرح اس نے ان سب حضرات سے اپنی حمایت میں دستخط کروا لئے اور کمشنر کے پاس چلا گیا مگر کمشنر نے کہا کہ اس کاغذ پر اگر حضرت مدنیؒ بھی دستخط کر دیں تو ہم پابندی اٹھالیں گے۔ وہ شخص حضرتؒ کے پاس دوران درس چلا آیا اور حضرتؒ سے مدعا بیان کیا تو حضرتؒ سخت غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ تم نے مجھے کمینہ سمجھ رکھا ہے کہ ایک خلاف شرع کام کی حمایت کروں۔ غرضیکہ اسے بہت ہی زیادہ برا بھلا کہہ کر دھتکار دیا بعد میں بھی کافی دیر تک طبیعت مکدر رہی۔ مگر کچھ ہی دیر بعد سبق پڑھانے میں مگن ہو گئے اور طبیعت اسی طرح ہشاش بشاش کر لی جس طرح دوران درس آپ کا خاص وطیرہ تھا۔

مولانا ابوحمزہ حذیفہ وستانوی انڈیا

موجودہ اور آئندہ نسلوں کو الحاد و بے دینی سے کیسے بچایا جائے؟

اللہ رب العزت نے سورۂ یوسف میں ارشاد فرمایا:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۔

حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ جس کو قرآن نے خود احسن القصص کہا اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن نے ایک ہی جگہ پر ترتیب کے ساتھ اگر کسی واقعہ کو ذکر کیا تو وہی ہے ورنہ دیگر واقعات کو مختلف مقامات پر حسب ضرورت وسیاق وسباق ذکر کیا اور قرآن کا یہ دستور اور طریقہ رہا کہ وہ قصص واقعات کو تمام جزئیات کے ساتھ بیان نہیں کرتا بلکہ واقعات کے ان پہلوؤں کو بیان کرتا ہے، جس میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی عبرت یا سبق ہو۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام ہی کے واقعہ کو لیجئے باوجود ترتیب ملحوظ رکھنے کے بہت سی جزئیات اور پہلوؤں کے ذکر کی قرآن نے ضرورت محسوس نہیں کی، لہٰذا معلوم ہوا کہ جو کچھ بیان کیا گیا، وہ امت کیلئے از حد ضروری اور مفید ہے۔ اب اسی کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے قصۂ یوسف علیہ الصلوۃ والسلام میں تاویل کے بعد تدبیر کو بیان کرنا یہ کہہ کر "فذروہ فی سنبلہ" اس میں یہ درس اور نصیحت پوشیدہ ہے کہ عالم اور فقیہ چوں کہ وارث انبیا ہیں، لہٰذا وہ صرف پیش آمدہ مسئلہ کا جواب ہی فراہم کردیں اور یہ سمجھیں کہ میری ذمہ داری پوری ہوگئی صحیح نہیں، بل کہ مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اگر وہ حرام ہے تو تدبیر بھی بیان کریں کہ اس کا صحیح حل اصول فقہ وشریعت کی روشنی میں یہ ہے، تاکہ امت کو محرمات سے بچایا جاسکے، جب یوسف علیہ السلام ظاہری ہلاکت سے جس کو ہلاکت جسدی یا جسمی کہا جاوے بچانے کی تدبیر بیان کررہے ہیں تو باطنی یعنی فکری واعتقادی ہلاکت سے بچانا بدرجۂ اولیٰ واجب اور ضروری ہو جاتا ہے، الحمدللہ ہمارے علماء نے اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا اور نبھا رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک نبھاتے رہیں گے۔

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے۔ دنیا میں پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل اور وہ بھی صحیح حل آپ کو شریعت

محمدیہ میں ضرور بالضرور مل جائے گا چاہے اس مسئلہ کا تعلق سیاست سے ہو معیشت سے ہو یا معاشرت سے یا زندگی کے کسی اور شعبہ سے ہو الحمدللہ چودہ سو سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے احوال زمانہ کتنی ہی کروٹ کیوں نہ بدلیں دنیا کتنی ہی سپر فاسٹ کیوں نہ ہو جائے انسان سیارہ ارض سے نکل کر کسی اور سیارہ پر بھی کیوں نہ پہنچ جائے مگر اسلام اور شریعت محمدیہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اس میں ہر زمانہ میں پنپنے کی طاقت ہے انقلاب دہر سے اس میں کسی طرح کی غلط تحریف اور ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں اور تا قیامت اس کی یہی کیفیت اور صورت حال رہے گی انشاء اللہ۔

امت محمدیہ صنعتی انقلاب کے بعد جن بہت سارے حالات سے دوچار ہوئی ان میں سے ایک سیکولر تعلیم یا انگریزی تعلیم بھی ہے۔ انگریز جس کو قرآن نے اہل کتاب یہود و نصاری سے تعبیر کیا ہے اسلام کا عدو مبین ہے، آغاز اسلام ہی سے وہ اسلام کے استحصال کی انتھک کوششوں میں مصروف ہے اولاً تو اس نے صاحب شریعت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، حبیب کبریا، سید الانبیا، امام الاتقیاء، خاتم النبیین والمرسلین کو ابتدائی دور ہی میں قتل کرنے کی ناکام کوشش کی پھر اہل باطل کفار و مشرکین کے ساتھ مل کر بزور شمشیر مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے اور ان کو نیست و نابود کرنے کی تدبیر اور سازشیں رچیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تو اس نے میدان کارزار کو چھوڑ کر ایک نئی سازش کا آغاز کیا اور وہ تھی مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے دور کر دیا جائے تاکہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی مسلمان نہ رہیں جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد قبائل عرب کے ان لوگوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے کچھ مدت پہلے ہی اسلام میں داخل ہوئے تھے منع زکوۃ یعنی زکوۃ سے انکار پر آمادہ کیا۔ یہ ضعیف الایمان نئے مسلمان ان کے جال میں پھنس گئے اور زکوۃ کا انکار کر بیٹھے مگر اللہ رب العزت بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے خلیفۃ الرسول بلافصل ابوبکر الصدیقؓ پر کہ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا انہیں سمجھایا اور ان سے جہاد کیا یہاں تک وہ اپنی اس حرکت سے باز آگئے اور اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول ایمان میں ترمیم اور تبدیلی کے دروازے کو قیامت تک کے لیے بند کر دیا، ورنہ عیسائیت کی طرح اسلام کو بھی مسخ کر دیا جاتا اور آج تک پتا نہیں اسلام کی کیا صورت حال ہو چکی ہوتی۔ لیکن الحمدللہ ایک طرف اللہ کا وعدہ : إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون تھا اور دوسری طرف ہر زمانہ میں ایسے فتنوں کو کچلنے کے لیے ابوبکر کی غیرت اور حوصلہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی کھڑا ہوتا رہا اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اسلام کو نابود کرنے کی دوسری کوشش جھوٹے نبیوں کو کھڑا کرنا جیسے دور ابی بکر میں مسیلمہ ابن الحبیب کذاب، طلیحہ ابن خویلد الاسدی، اسود العنسی، سجاح بنت حارث، ذوالتاج لقیط ابن توریہ اللہ غریق رحمت فرمائے ابوبکر صدیقؓ، خالد ابن الولید، عکرمہ ابن ابی جہل، مہاجر ابن ابی امیہ، خالد بن سعید، عمرو ابن عاص، حذیفہ ابن محصن، عرفجہ ابن ہرثمہ،

شرحبیل ابن حسنہ، معن ابن حاجز، سوید ابن مقرن، علاء ابن الحضرمی، عتاب ابن اسید زید ابن الخطاب، عتبہ ابن ربیعہ مجاعۃ ابن مرارۃ، براء ابن مالک، ثابت بن شماس، ضرار ابن ازوابوقتادہ، حارث ابن ربعی، عکاشہ ابن محصن، سلیط بن قیس، معتصم ابن نویرہ، وحشی ابن حرب، ابودجانہ انصاری، ام عُمارہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو انہوں نے ان مدعیان نبوت کا قلع قمع کر دیا اور فتنہ ارتداد کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور اس طرح اسلام کو ختم کرنے کی، اہلِ کتاب کی اس سازش کو ناکام کر دیا، جو انہوں نے عیسائیت کی طرح اسلام پر آزمائی تھی۔ اللہ ہمارے ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ہمیں تہذیبی ارتداد کے اس دور میں ان کی سی ہمت عطا فرمائے اور ساتھ ساتھ کامیابی بھی جیسی آپ نے ان کو عطا کی اور ان کو اور ہم کو اس کا بہترین بدلہ اپنی رضامندی کی صورت میں عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

عمر ابن الخطاب اہل کتاب کی سازشوں کو خوب اچھی طرح جان چکے تھے، لہٰذا آپ نے ان کو جزیرۃ العرب سے باہر کر دیا جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو ابولؤلؤ مردود کے ذریعہ آپ کو شہید کروا دیا اور اب مطمئن ہو چکے تھے اور اسلام ختم کر دیا جائے گا مگر ان اللہ لایخلف المیعاد۔ یہ مسلمان کا عقیدہ ہے الحمدللہ تب بھی اسلام ختم نہیں ہوا اور اب بھی انشاء اللہ نہیں اور قیامت تک نہیں ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں نفاق کا لبادہ پہن کر انہوں نے پھر اسلام پر ایک زوردار حملہ کیا اور خوارج و روافض کو عبداللہ ابن سباء نے یہودیانہ افکار دے کر کھڑا کیا مگر الحمدللہ حضرت عثمان نے بھی جرأت و استقامت کا مظاہرہ کیا یہاں تک شہید کر دیئے گئے مگر اپنے موقف سے دست بردار نہ ہوئے اور امت کو درس دے دیا کہ صاحب حق جان تو دیدے مگر اپنے حق سے دست بردار نہ ہو۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً خوارج نے سر اٹھایا ان کو تو آپ نے مقام نہاوند پر اور مناظرات میں عبداللہ ابن عباس کے ذریعہ شکست فاش دی، ثانیاً روافض نے سر اٹھایا آپ نے ان کو بھی ملک بدر کر دیا، اور یوں امت کو درس دیا کہ دین اسلام میں کسی طرح کتر بیونت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور سختی سے ایسے مفرطین سے نمٹا جائے گا آپ کے بعد حضرت امیر معاویہ بھی ان سے ایسی سختی کے ساتھ پیش آتے رہے اور دین اسلام کو ہر طرح کی تحریف سے بچاتے رہے۔ فللہ الحمد علی ذالک!

پھر خلافت بنوامیہ کے دور عبدالملک میں قدریہ اور جبریہ نے سر اٹھایا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے لوگوں کو متنبہ کیا اور کہا یہ قدریہ مجوس ھذہ الأمۃ اور ان سے کلام بھی ترک کر دیا اور ان سے برأت کا اعلان کر دیا انہیں ایام میں مرجئہ نے سر اٹھایا تو علما نے کھل کر ان کی مخالفت کی اور ان کے مذہب کی تردید کی گویا اہل کتاب یہود و نصاریٰ

نے جب دیکھا کہ اسلام کو طاقت کے زور پر نہ دبایا جاسکتا ہے اور نہ ختم کیا جاسکتا ہے، تو پھر عقائد کو بگاڑنے کیلئے ان خود غرض اور جاہل لوگوں کو مختلف دعوی کے ذریعہ کھڑا کیا جب خلفاء اور امرائے قرنِ اول کے اواخر میں ان کی کثرت اور قرنِ ثانی کے اول میں ان کو خودرو پودوں اور بارشی مینڈھک کی طرح اُگتے اور ٹرٹر کرتے ہوئے دیکھا تو سخت نوٹس لیا اور ایسے ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ٹھان لی، لہٰذا جب بھی کوئی ایسی جسارت کرتا تو اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا چناں چہ جعد ابن درہمؒ نے جب صفات خداوندی کا انکار کردیا تو خالد ابن عبداللہ قشیری نے اس کو قتل کردیا پھر جب جہم ابن صفوان نے قدر کا انکار کیا تو سلم ابن احوز نے اس کو قتل کردیا واصل ابن عطاء نے جب منزلة بين المنزلتين کی بات کہہ کر قدر کو آگے بڑھایا اور اعتزال کی بنیاد ڈالی تو حضرت حسن بصری نے اس کو اپنے حلقہ درس سے نکال دیا پھر مقاتل ابن سلیمان نے جب اللہ کے لیے تشبیہ کی بات کہی تو امام ابوحنیفہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا جانب مشرق سے دونا معقول و نامشروع رائے کہنے والے لوگ ہم تک پہنچے ایک تو جہم جس نے اللہ کو معطل کہا اور دوسرا مقاتل جو مشبہ نکلا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے منکر قدر غیلان سے مناظرہ کیا یہاں تک کے اس نے توبہ کرلی مگر آپ کے انتقال کے بعد پھر گیا تو اس کو ہشام ابن عبدالملک کے پاس لایا گیا، دوبارہ توبہ نہ کرنے پر قتل کردیا گیا، پھر ایک مدت کے بعد خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں اعتزال سر چڑھ کر بولنے لگا یہاں تک کہ ایوان خلافت تک پہنچ گیا اور مہدی اور مامون وغیرہ کے دور میں اسے حکومت کی سرپرستی حاصل ہوگئی، مگر متوکل باللہ نے ان کو کچل کر رکھ دیا اور پھر وہ سر نہ اٹھا سکا۔ اس دور میں خاص مسئلہ خلق قرآن کا تھا، امام احمد ابن حنبل نے اس باطل نظریہ سے جم کر مقابلہ کیا، پھر ابن کلاب اور ابن کرام نے سر اٹھایا، اول الذکر سے امام احمد ابن حنبلؒ نے لوگوں کو دور رہنے کی تاکید کی اور ثانی الذکر کو نیشاپور کے امیر محمد ابن طاہر نے قید میں ڈال دیا۔ اس طرح امت ابتدائی دور ہی سے کذابوں، محرفوں اور فتنہ پروروں سے بچائی جاتی رہی۔ علما نے ایسے لوگوں کو نہ پہلے کبھی برداشت کیا نہ آج برداشت کرتے ہیں اور نہ آئندہ کبھی برداشت کریں گے۔ انشاء اللہ!

الحمدللہ قرن اول میں قرآن اور حدیث دونوں کو مدون کردیا گیا اور قرن ثانی میں فقہ اور اصول فقہ کو بھی مدون کردیا گیا قرن ثالث میں علم کلام اور عقائد اصول فقہ اسلامیہ پر کتابیں تصنیف کردی گئیں؛ اور اس طرح قیامت تک کے لیے امت نے ہر فتنہ سے نمٹنے کا سامان مہیا کرلیا۔ اور پھر ہر زمانہ میں علما اسلام قرآن، حدیث اور کتب عقائد اہلِ سنت والجماعۃ مثلاً عقیدہ الطحاویہ وغیرہ کے ذریعہ اہل باطل کا تعاقب کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے، انشاء اللہ۔

عقائد صحیحہ کی حفاظت میں جو علما پیش پیش رہے وہ یہ ہیں حضرت حسن بصری، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام جریر طبری، امام اوزاعی، امام طحاوی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام قاسم ابن سلام، عبداللہ ابن محمد جعفی، عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ، عثمان ابن سعید دارمی، عبداللہ الرحمٰن ابن ابی حاتم، ابوبکر ابن الاثرم، محمد ابن نصر، احمد ابن محمد ابن ہارون ابن خزیمہ، ابوبکر آجری، عبیداللہ ابن محمد ابن بطہ، محمد ابن اسحاق ابن مندہ، ابن ابی الزمنین، امام لکائی، امام غزالی، امام رازیؒ، امام عبدالکاہ ابن طارہ بغدادی، امام شہرستانی، امام ابن حزم، امام ابوالحسن الاشعری، امام محمد ابن محمد ماتریدی، امام اسفرائنی، امام توسی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ قاسم نانوتوی، علامہ اشرف علی تھانوی، علامہ یوسف لدھیانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد عثمانی، مفتی شفیع صاحب، مفتی محمد حسن امرتسری، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ مناظر احسن گیلانی، علامہ حسین احمد مدنی، شیخ زکریا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ تعالیٰ، یہاں پر حصر مقصود نہیں صرف بر سبیل تذکرہ چند علما کے نام تحریر کر دیئے، ورنہ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ احاطہ دشوار ہے، اللہ اہلِ سنت والجماعت کے تمام حامیوں اور دفاع کرنے والوں کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور ہم کو بھی موت تک انہیں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

اسلام ایک ابدی مذہب ہے جسے صلیبی حملہ آوروں نے طاقت کے زور پر ختم کرنے کی کوشش کی جس کا آغاز اسلام کی آمد سے ہی ہو چکا تھا، خلافت عباسیہ کے دور میں اسلام پر تاتاری اور صلیبی طاقت کے ناامید ہونے کے بعد تیمور لنگ کو جو مذہبا شیعہ تھا عثمانیہ کے خلاف بھڑکایا، یزید کو شکست دے کر اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کو روکا گیا مگر محمد ابن الفاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا اور خیر امیر ھذہ الامۃ کے مصداق ٹھہرے۔ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف ان اہلِ کتاب کی پہ در پے اتنی شکست ہو گئی تھی کہ اب یہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے قتال کے راستے کو چھوڑ کر فکری بربادی کا راستہ اپنایا، علوم عربیہ اسلامیہ کو حاصل کیا اس میں مہارت حاصل کی اور اسلام پر ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں اعتراضات اور شبہات کا ڈھیر لگا دیا۔ مسلمانوں نے انہیں پڑھا اور وہ دین سے دور ہونے لگے۔ پھر انہوں نے آزاد تحقیق کا ڈھونگ رچا کر بچے کھچے مسلمانوں کو اس میں پھنسایا اور یوں مسلمانوں کی بڑی تعداد اسلام سے دور ہو گئی۔ سترھویں صدی کے اواخر میں صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا، سائنس اور علم جدید کے نام سے انہوں نے کالجز قائم کئے نصاب میں الحاد اور بے دینی کا زہر بھر دیا۔ اور اسی نصاب تعلیم کی تکمیل کے ساتھ معاش کا مسئلہ جوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس پر ٹوٹ پڑے اور انیسویں صدی کے آنے تک مسلمانوں کا بڑا طبقہ دینی علوم کو خیر باد کہہ کر علم جدید کے پیچھے لگ گیا جس سے ان میں مذہبی بیزاری پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں نے اسلامی خلافت کے خلاف محاذ

آرائی کی جس کے پیچھے یہی سیکولر اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کارفرما تھا جو اہل کتاب یہود و نصاری کے دھوکے کا شکار ہو چکا تھا۔ دشمنانِ اسلام نے اسلام کو کمزور کرنے کے لیے سقوط خلافت کو ضروری تصور کیا اور بیسویں صدی کے آنے تک کمال اتاترک نے سقوط خلافت کا اعلان کر دیا اور یہیں سے مسلمانوں کا تار و پود بکھر گیا جو اب تک ۸۴ سال کے بعد بھی بکھرا ہوا ہے۔ اگرچہ اب ایک بار پھر احیاء اسلام کی تحریکات دنیا کے ہر علاقہ میں کھڑی ہو رہی ہیں اور الحمدللہ کچھ حد تک کامیاب بھی ہو رہی ہیں مثلاً اخوان المسلمین متحدہ مجلس عمل وغیرہ اور دشمن کو ایک بار پھر یہ خدشہ ہونے لگا ہے کہ کہیں قیام خلافت کا واقعہ پھر رونما نہ ہو جائے

اللهم لاسهل إلا ما جعلته سهلاً وَ أنت تجعل الحزن سهلا إذا شئت لا إله إلا الله الحليم الكريم و الحمد لله رب العرش العظيم۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احیاء اسلام کی اس تحریک کو کیسے کامیاب بنایا جائے اور الحاد جواب کمر توڑ رہا ہے اور واپسی کا سائنس لیریاں اسی کو کیسے کیفر کردار پہنچایا جائے تو بندہ ناکارہ اور گنہ گار کے ذہن میں چند تجاویز اس سلسلے میں گردش کر رہی جو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ مسلمان اس پر توجہ دے کر غور و فکر کریں گے اور مل بیٹھ کر مناسب صحیح ہونے کی صورت میں اختیار کریں گے یا پھر معترف اور فکر مند متدین ذی استعداد نیک سیرت علما کی طرف رجوع کریں اور کوئی صحیح راہ تجویز کریں۔

ان كان فيه صواب فمن الله المومن و المعين أو ان كان خطأ فمن نفسي والله و رسوله بريئ مما أقول۔

امت مسلمہ کے لیے چند تجاویز:

عام حالات کے تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پوری دنیا بے چین اور مضطرب ہے وہ سکون و اطمینان کی تلاش میں ہے اس لیے کہ مادہ پرست فتنہ نے انسانی زندگی کو زخموں سے چور چور کر دیا ہے نہ لوگوں میں مذہب کی اہمیت ہے نہ اخلاق کی بلکہ مختصر یہ ہے کہ انسانیت کا دور دور تک کوئی اتا پتا نہیں: اُولٰئک کالأنعام بَلْ هُمْ أضَل۔ یعنی جانوروں سے بھی بدتر حالت ہو چکی ہے ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم انسانیت کا ہاتھ تھامیں اور اسی کو صحیح سمت میں لے جائیں کیوں کہ ہمارا مقصد تخلیق ہی یہ بتایا گیا۔ قرآن کریم نے صاف اور واضح لفظوں میں کہہ دیا: كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر...... و لتكن منكم امة يدعون الى الخير يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر۔ یعنی اسی امت کی تخلیق ہی اس لیے عمل میں آئی کہ وہ لوگوں کے لیے نفع بخش ہو، اسی لیے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: خیر الناس من ینفع الناس تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دینا برائی سے روکنا اور ہدایت کی راہ دکھانا ہمارا فریضہ ہے، لہٰذا غور کرنا چاہئے کہ عالم انسانیت کو ظلمات سے نور کی طرف کیسے لایا جاسکتا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنی ہی خبر لینے کی ضرورت ہے کیوں کہ جب تک ہماری اپنی سیرت اسلامی اور ہماری صورت اسلامی صورت نہیں بن جاتی، ہم دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوسکتے آج کا مسلمان اسباب زوال کے پیچھے لگا ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ اسباب زوال نہیں سبب زوال یا ام الاسباب للزوال کو جاننے کی ضرورت ہے تو جان لو امت کی تنزلی کا سب سے بڑا اور اہم اگر کوئی سبب ہے تو وہ علماً و عملاً اسلام سے دوری۔ اسی سبب کو جاننے اور اس کو حل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اسی کو اقبال نے کہا۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہوکر　　　ہم ذلیل وخوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اکبر نے مسلمانوں کے گزرے ہوئے دور کو یاد کر کے کیا خوب کہا ہے ۔

وہ ہوا نہ رہی وہ چمن نہ رہا وہ گلی نہ رہی وہ حسیں نہ رہے
وہ فلک نہ رہا وہ زمیں نہ رہی وہ مکاں نہ رہا وہ مکیں نہ رہے

عارف باللہ اکبر الہ آبادی نے ایک موقعہ پر مسلمانوں کو حق پر قائم رکھنے اور دشمن سے مرعوب نہ ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے کیا خوب کہا ۔

کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا　　　رہوں جو حق پر مخالف کریں گے کیا میرا
خدا کے در سے اگر میں نہیں بیگانہ　　　تو ذرّہ ذرۂ عالم ہے آشنا میرا
مری حقیقت ہستی مشت خاک نہیں　　　بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا
غرور انہیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبر　　　سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

حقیقتاً تو ہونا یہ ہی چاہئے کہ انسان مقصدِ زندگی کو سمجھ کر اسی کے حصول میں تن من دھن کے ساتھ مشغول ہوجائے اور مقصد زندگی کیا ہے جیسا کہ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ۔

تیری بندگی میری زندگی　　　میری زندگی تیری بندگی

جس کو قرآن نے بیان کیا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ انسانوں اور جناتوں کو محض عبادت و بندگی ہی کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے، اگرچہ زندگی میں کچھ ضروریات کچھ لوازمات انسان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصل مقصد کو چھوڑ کر (یعنی عبادت الٰہی) انہیں خالی ضروریات میں ہمہ تن مصروف ہوجائے بیت الخلا ایک ضرورت ہے استنجاء کرنے کی بقدر ہی انسان اس میں ٹھہرتا ہے پھر وہاں سے نکل

آتا ہے وہی پڑاؤ نہیں ڈال دیتا ایسے ہی کھانا پینا رہنا سہنا کمانا فن سیکھنا سیر و تفریح کرنا سونا یہ سب بھی ضرورت ہے، لہٰذا بقدر ضرورت ان میں اپنا قیمتی وقت صرف کرے اور بقیہ وقت آخرت کا تصور مد نظر رکھتے ہوئے اس ابدی اور لافانی زندگی کی تیاری میں لگادے تاکہ اولئک هم الفائزون اور اولئک هم المفلحون کے زمرے میں داخل ہو جائے اور پروانہ رضاء الٰہی کو حاصل کرسکے، اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی تیاری میں مشغول ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اس تمہید کے بعد اب میں بتانا چاہوں گا کہ اصل میں تو یہ ہے کہ مسلمان کا نظر اور عمل یہ ہونا چاہئے کہ وہ دینی علم حاصل کرے، زیادہ نہیں تو بقدر ضرورت تو ضرور حاصل کرے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق وہ فرض ہے: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة یعنی ضروری علم دین کی تعلیم ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے اب ضروری علم دین کیا ہے تو سب سے پہلے بنیادی عقائد کا جاننا یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے مانند کوئی نہیں کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کرسکتی، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ذات قدیم ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس پر کوئی فنا نہیں، اور اسی کی مشیت سے سب کچھ ہوتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں، زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی، نظام عالم کو تھامے ہوئے ہے، غافل نہیں، نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ، وہی پیدا کرنے والا بغیر کسی حاجت کے وغیرہ وغیرہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ملائکہ اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہیں، جنت و جہنم برحق ہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، تمام آسمانی کتابیں برحق ہیں، تمام انبیاء برحق ہیں، تقدیر چاہے اچھی ہو یا بری منجانب اللہ ہے، برزخ برحق ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہوگا، میزان عدل قائم کی جائے گی اور جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تو ہوئے کچھ ضروری عقائد مسلمان پر دوسرا اہم فریضہ نماز ہے، لہٰذا مسائل نماز کا جاننا ضروری ہے، اگر مالدار ہے تو مسائل زکوٰۃ کا جاننا اگر حج فرض ہو جائے تو مسائل حج کا جاننا ضروری، مسائل صوم کا جاننا ضروری، اگر تاجر ہے تو مسائل تجارت کا جاننا ضروری، اگر اجیر ہے تو مسائل اجارہ کا جاننا ضروری، اگر نائی ہے تو حجامت کے مسائل جاننا ضروری، غرضیکہ عقائد نماز روزہ اور جس پیشہ سے مسلمان کا تعلق ہو اس کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، تاکہ حلال و حرام کے درمیان تمیز کرسکے زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ علم دین حتی المقدور خوب اچھی طرح معتبر علما سے معتبر کتابوں سے حاصل کرے: اب یہ ضروری علم کے حصول کا امکان کس طرح ہو؟

(۱) اولاً تو گھر کا ماحول دینی بنایا جائے گھر کا ہر فرد فرائض و واجبات کا مکمل اہتمام کرے تاکہ بچوں پر بھی اس کا اثر ہوا، کیوں کہ ماحول ہی انسان کو نیک اور بد بنانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے مغرب کی اندھی اور گمراہ کن تقلید کو ترک

کر دیا جائے، فیشن زدہ زندگی سے توبہ کی جائے، اور سادہ اسلامی زندگی اپنائی جاوے، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو سی ڈی پلیر وغیرہ کو گھر میں نہ بسایا جائے انشاء اللہ گھر کا ہر فرد صحیح فکر اور صحیح عقائد کا حامل ہو جائے گا۔

(۲) دوسرا نمبر جب بچہ بولنے لگے تب ہی سے اللہ و رسول، بسم اللہ، الحمد للہ، ماشاء اللہ، انشاء اللہ، السلام علیکم، جزاکم اللہ، اور ہر موقعہ کی ادعیہ ماثورہ کی اس کو تعلیم دی جائے، اور Good Morning وغیرہ کی تعلیم سے اجتناب کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیمات کا وہ بچپن ہی سے عادی بن جائے بعد میں اس کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔

(۳) جب بچہ تین چار سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دینی تعلیم کا نظم کیا جائے اگر قریب میں مکتب ہو تو اس میں پورے اہتمام کے ساتھ بھیجا جائے ورنہ گھر پر ہی کسی عالم دین کے ذریعہ دینی تعلیم کا نظم کیا جائے جس سے اس کو احسن القواعد، نورانی قاعدہ، اردو کا آسان قاعدہ، دینی تعلیم از مفتی کفایت اللہ صاحب یا اسلامی تعلیم یا تعلیمات اسلامیہ از مولانا مسیح اللہ خان صاحب، بہشتی ثمر از حضرت تھانوی، تقویۃ الایمان از شاہ اسماعیل شہید، اسلام کیا ہے؟ از مولانا منظور نعمانی، عقائد الاسلام از مولانا عبدالحق حقانی یا عقائد اسلام از مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی، دین و شریعت از مولانا منظور نعمانی، جیسی اہم اور بنیادی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھادی جائیں، تاکہ اس کا مزاج دینی بن جائے۔ ناظرہ مکمل صحت و تجوید کے ساتھ پڑھا دیا جائے اور بچہ کی خوب نگرانی کی جاوے کہ کہیں وہ کسی غلط صحبت میں نہ پڑ جائے، اور بری عادتیں اس میں نہ سما جائیں، فلم بینی گٹکھا خوری میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۴) جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو کسی بزرگ کی خدمت میں گاہے گاہے لے کر حاضری دیا کریں تاکہ ان کی صحبت اور دعاؤں سے شرور و فتن سے محفوظ رہے اور ان کی توجہات سے دین پر ثابت قدم رہے کوئی سوال ذہن میں گردش کرے تو پوچھ لیا کرے، اور اس حاضری کا اہتمام کرے ایسے ہی بزرگ کی خدمت حاضری دے جو مکمل دین کے پابند ہوں بدعات و خرافات کی تائید یا پیروی نہ کرے، ورنہ آپ بھی حسن نیت کے باوجود گمراہ ہو جائیں گے۔

(۵) گھر میں کسی دینی کتاب کی تعلیم کا اہتمام کیا جاوے مثلاً فضائل اعمال از شیخ زکریاؒ، سیرت خاتم الانبیاء از مفتی شفیع، سیرت مصطفیٰ از علامہ ادریس کاندھلوی، اسوۂ رسول اکرم از ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ، سیر الصحابہ، اصلاحی خطبات از علامہ تقی عثمانی، معارف الحدیث از مولانا منظور نعمانی، معارف القرآن از مفتی شفیع صاحب، تفسیر عثمانی از علامہ شبیر احمد عثمانی، تاریخ اسلام از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، معمولات نبویؐ از مولانا سراج الحق مچھلی شہریؒ تاکہ ایمان و یقین میں تازگی پیدا ہوتی رہے، اور الحاد و بے دینی سے پورا گھر محفوظ رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ ان پانچ امور کے اہتمام سے پورا معاشرہ اصلاح اور صراط مستقیم پر آسکتا ہے، اور دینی بیزاری

کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے اور قیادت وسیادت عالم ایک بار پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آسکتی ہے اور ساری انسانیت چین وسکون کا سانس لے سکتی ہے، کیونکہ دور حاضر کی سب سے بڑی مصیبت ہی بے دینی اور فسق وفجور ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے عصری تعلیم کے حصول کا کیا حکم ہے؟ تو اولاً تو یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارا دین مقدم پھر سب کچھ کیوں کہ دین ہوگا تو سب کچھ ملے گا دین نہ ہوگا، تو کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ترکی، ۱۹۲۳ء سے سیکولرزم کی راہ پر چلا، اور دین کو زندگی سے بے دخل کر دیا۔ اور یہ کیوں؟ تاکہ ترقی حاصل ہو جائے (العیاذ باللہ) اتاترک کی نظر میں دین ہی اصل رکاوٹ ہے۔ ذرا سوچئے، ۸۴ر سال ہو چکے کیا ترکی ترقی کر سکا؟ جواب ہوگا نہیں۔ اس لیے دین اسلام سے بغاوت کبھی ترقی کی راہ پر نہیں لاسکتی اور یہی حال دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک کا ہے مگر اب بھی سمجھ میں آتا نہیں۔

اللھم وفق ولاۃ امور المسلمین بالقول و الفعل و العمل لما تحب و ترضی انت یاربنا۔

مسلمانوں کے مغربی عصری علوم کی طرف میلان کی تاریخ کا آغاز، ۱۶۹۹ء سے ہوتا ہے یعنی آج سے تقریباً تین سو آٹھ سال پہلے اور یہ میلان دشمنانِ اسلام کی ایک سازش کی تحت تھا تاکہ علوم عصریہ میں مشغول کر کے ان کو دین سے غافل کر دیا جائے اور جب دین سے یہ غافل ہو جائیں گے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہو جائیگا، اور ہوا بھی ایسا ہی کہ تھوڑے ہی پیمانہ پر انہیں کامیابی ضرور ملی، لیکن اس وقت کے علمانے بہت کوشش کی جسکے نتیجے میں الحمدللہ انہیں مکمل کامیابی نہ مل سکی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دین الحمدللہ اپنی تمام صحیح تعلیمات کیساتھ ایک طبقہ میں موجود ہے مگر جب عصری تعلیم کے حصول کے رجحان سے مسلمانوں کو مکمل طور پر نہ روکا جاسکا تو علمانے اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ تم شوق سے عصری تعلیم حاصل کرو مگر اسلامی ضروری تعلیم کے ساتھ جس کیلئے باقاعدہ طور پر مکاتب اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی وجہ سے الحمدللہ امت کو بہت نفع ہوا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد کفر وشرک، الحاد وزندقہ سے محفوظ ہوتی چلی آرہی ہے، مسلمان والدین اور فکر مند لوگوں کو اسی نظام کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

مگر جب فکر مند علمانے دیکھا کہ امت کا بڑا طبقہ مکاتب اسلامیہ سے بھی غفلت برت رہا ہے، جس کی وجہ سے دین کی بالکل بنیادی باتوں سے ناواقف ہوتا چلا جارہا ہے، اور دوسری طرف دشمنانِ اسلام نے نصاب ایسا مرتب کیا ہے کہ دین سے کورا مسلمان اس کے جال میں پھنس کر دین سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے اور اسکولوں کا ماحول بھی ایسا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے، تو علمانے نصاب بدلنے کی کوشش شروع کر دی اور حکومت کی سطح پر جبریہ تعلیم کی مخالفت کی، جس میں کامیابی نہ مل سکی، تو اب ان کے سامنے یہی راستہ بچ گیا کہ جب ڈگریاں حاصل کرنے کا بھوت سوار ہو چکا ہے اور سیلاب تھامے نہیں تھمتا تو "عصری تعلیم دینی ماحول" میں حاصل کرنے کی راہ اپنائی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اس سیلات میں کونسا زہریلا مادہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ نصاب ہی طرح بدل کہ اس

سے کچھ زائد مہلک مرض ماحول سے پیدا ہوتا ہے کم از کم بے دینی کے ماحول سے مسلمانوں کو بچالیا جائے، تو اس سے توقع ہے کہ نصاب تعلیم سے پیدا ہونے والے زیر یلے اثر کی طرف بھی نشاندہی ہو سکے گی اور اس کے متعدی فساد کو روکا جاسکے گا۔ تعلیمی ماحول کس قدر مؤثر رول ادا کرتا ہے اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''بڑا سبب وہ کالجوں کا لادینی ماحول ہے جس میں ہماری نئی نسل پلتی اور ڈھلتی ہے، جس کی وجہ سے قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظمت ومحبت باقی نہیں رہتی، جو ایمان کے لیے ضروری ہے''۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''مسلمان تعلیمی ادارے خود قائم کریں اور بچوں کو ابتدا ہی سے دینی ماحول فراہم کیا جائے، یہ مسلمانوں کی موت اور زندگی کا مسئلہ ہے''۔

اسی طرح سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نظام تعلیم وتربیت میں ارشاد فرمایا:

''مسلمانوں کے اپنے ذاتی کالجز اور ہاسٹیل ہونے چاہئیں''۔ (پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم تربیت)

عارف باللہ قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اجل الشیخ اسعد اللہ صاحبؒ کا بھی رجحان یہ تھا کہ مسلمانوں کے اپنے کالجز اور ادارے ہونے چاہئیں، تاکہ نسل کو الحاد سے بچایا جائے جس میں ماحول پورا اسلامی ہو۔

یہ تھی اکابرین امت کی رائے اس سے پہلے بھی بتایا جاچکا کہ مسلمان کیلئے دین بہت اہم بلکہ سب سے اہم ہے سب کچھ برداشت ہوسکتا ہے، مگر دین میں نقص برداشت نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے، اور اپنے بچوں کو عیسائی مشنری یا کسی دوسرے غیر مسلم اداروں میں تعلیم دینے کے بجائے اسلامی ماحول والے اداروں ہی میں تعلیم کا نظم کرنا چاہیے۔ ورنہ مسلمان کے لیے ڈگریاں اور عہدے سب کچھ دین کے ضائع کرنے کے ساتھ بے سود اور بیکار ہے کیوں کہ آخرت کا خسارہ یہ بڑھا ہوا ہے دنیا کے مقابلہ میں۔ دنیا نہ کماسکے اور مر گئے تو کوئی حرج نہیں مگر دنیا مل جائے اور دین جاتا رہے، یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ تو کوئی ایسا ہی ہوگا جیسے قرآن نے کہا ہے: "أولئک الذین اشتروا الحیاۃ الدنیا بالآخرۃ"۔ یعنی ان لوگوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں خرید لیا۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ جان چلی چلا جائے مال جائے، مگر دین کسی صورت میں نہیں جانا چاہئے۔

اب ذمہ داری آتی ہے ان مسلمان رہنماؤں پر جو اس طرح دینی ماحول میں دنیا کی تعلیم کا نظم قائم کریں تو کن چیزوں کا خیال کریں اور خود کیسے ہوں۔

(۱) اولاً تو ذمہ داروں کا طور وطریق رہن سہن بول چال نشست وبرخواست لباس وغیرہ سب کچھ مکمل اسلامی ہو اور دین کا کافی وشافی علم انکے پاس ہو ساتھ ہی ساتھ دینی حمیت وغیرت ان کی طبیعتوں کا لازمہ ہو تاکہ وہ نوجوانوں کی صحیح تربیت کی فکر کریں اور کالجز کے ماحول کو غیر اسلامی امور سے محفوظ رکھیں اور مداہنت فی الدین کا مظاہرہ نہ کریں۔

(۲) طلبہ کیلئے دینی تعلیم کے حصول کا انتظام کریں تا کہ وہ دین کا ضروری علم جو حاصل کرنا تھا نہیں کر سکے اب اسے حاصل کر لیں اور قرآن کی تلاوت سیکھ لیں۔

(۳) ہاسٹل میں نمازوں کا انتظام کریں اور اس کی پوری نگرانی رکھیں تا کہ طلبا کسی غیر اسلامی، بددینی کے شغل میں نہ پھنسنے پائیں۔

(۴) کالجز میں ہفتہ میں ایک یا دو ایسے لیکچر کا انتظام کریں جس میں نصاب میں سموئے ہوئے زہر سے طلبہ کو متنبہ کیا جائے مثلاً بتایا جاوے کہ نظریہ ارتقاء اور ڈارونیت کوئی چیز نہیں یہ باطل اور گمراہ کن عقیدہ ہے دین کی زندگی میں کیا اہمیت ہے عقل نقل اور سائنٹیفک انداز میں یہ چیزیں طلبہ کے سامنے بیان کیا جائے۔

(۵) طلبہ پر محنت کی جائے کہ وہ تبلیغی جماعت میں حصہ لیں تا کہ ضروریات دین کے ساتھ سنن وغیرہ کا علم اور اس پر عمل کرنے کا موقع میسر آوے۔

(۶) وقفہ وقفہ سے بزرگان دین کو بلا کر ان کے درمیان بیانات کا انتظام کریں تا کہ یہ دینی بیانات ان کے اندر دین کی چاشنی اور لذت پیدا کرے۔

(۷) اولاً حکومت سے مطالبہ کرے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے الگ الگ تعلیم کی اجازت دے اور اگر حکومت نہ منظور کرے تو پردہ کا اہتمام کیا جائے اور لڑکیوں پر دین کی محنت کی جائے۔

نوٹ: مسلمان والدین کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ بچیوں کو عصری تعلیم زیادہ دینے کی ضرورت نہیں، لکھ پڑھ لے کافی ہے۔ ہاں! دینی تعلیم کا علم ضرور دینا چاہئے، اور اس کے لیے ''مومنہ کورس'' کا آغاز کرنا چاہئے، جس میں عقائد اور عورتوں کے ضروری مسائل اور طریقہ تربیت اولاد پڑھا دیا جائے اور بس جو اسلامی ادارے کالجوں میں داخلہ دے رہے ہیں ان کے سامنے جو بھی مجبوری ہو لیکن انہیں یہ سوچ لینا چاہئے کہ اپنے جگر گوشوں کے دین و اخلاق کی حفاظت کا انہوں نے کیا بندوبست کیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ موجودہ و آئندہ نسل کے ایمان و عمل اور ان کے اخلاق و تہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ جس کے بارے میں کل اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے، ورنہ کل قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

پروفیسر رشید احمد انگوی

مغرب کی تہذیبی سازشیں

برطانیہ میں بیٹھے بٹھائے یہ "حجاب کا مسئلہ" کیوں اٹھ کھڑا ہوا؟ اور وہ بھی اہم ترین وزیر کے جھنڈے تلے؟ بہت اہم سوال ہے۔ مگر اس کا جواب ٹھنڈے اور گہرے غور وفکر کا متقاضی ہے۔ یہ فرنگی سامراج' سامراجی ذہنیت' صلیبی جنون اور اسلام دشمنی جیسے اجزاء سے تیار ہونے والی ایک مرکب کہانی ہے جس کی نشان دہی راقم جیسے تہذیب کے طالب علم نے برطانوی وزیر خارجہ کے پاکستان کے بعض دینی مدرسوں میں ذاتی معائنہ کے لئے ملاقاتوں کے وقت کردی تھی (تعلیمی جرائد میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

اصلاً یہ برصغیر پر فرنگی سامراج کا سیدھا سادھا تسلسل ہے' سیاست پر قبضہ' تعلیم کے میدان کی صدیوں پر محیط مرحلہ وار تبدیلیاں' مشرقی اور اسلامی تہذیب کی مرحلہ وار رخصتی اور فرنگیت میں قدم بہ قدم وسعت پذیری کا طویل المیعاد اصولی ایجنڈا جسے تاریخ برطانوی ہند و بعد از تقسیم برصغیر کے حالات و واقعات کے مدد سے اسی طرح دیکھا اور سمجھایا جاسکتا ہے جیسے کسی حیاتیاتی ارتقاء کے مراحل۔ اس مکمل تہذیبی الٹ پلٹ کے کھیل میں استعمال ہونے والے کل پرزوں میں جانشین بیورو کریٹک وارسٹو کریٹ' مشینری او رانگریزی زبان کا تندوتیز طوفان کی طرف بڑھتا ہوا اثر ورسوخ وتقدس کا رجحان جبکہ عربی' فارسی اور آخر میں اردو کا بڑھتا ہوا زوال شامل ہیں۔ بظاہر تو ملک آزاد تھا۔ قائد جو بابائے قوم تھے انہیں صدر مقام سے سینکڑوں میل دور زیارت کی تنہائیوں میں پہنچادیا گیا جہاں محض زیارت کیلئے حاضری بھی مشکل بنادی گئی۔ کھیل شروع تھا۔ دستور سازی میں ایک یا دوسرے حربے سے تاخیر' یہاں تک کہ غلام محمد اور سکندر مرزا جیسے مہروں کے ذریعے آزادی کے روشن چہرے کو داغ دار کردیا گیا۔ "زبان اور تعلیم" ترجیحی میدان تھے مگر اس طرح کہ قدم لاتعلق اور بے خبر رہے۔ ایسی پالیسی چلائی گئی کہ عربی وفارسی نیز قومی اور علاقائی زبانیں کبھی اہمیت کی حامل نہ بن سکیں اور انگریزی ہر آنے والے دن اہم سے اہم ترین یہاں تک کہ مقدس ترین درجہ حاصل کرلے جو اس

* ڈائریکٹر الخلیل ریسرچ سنٹر G/16 مرغزار اعوان ٹاؤن لاہور

وقت تک حاصل ہو چکا ہے۔قوم کی نرسری کی کایا پلٹ ہو چکی ہے۔کالجوں میں عربی' فارسی' اردو ادب متروک مضامین کے مقام پر پہنچ چکے ہیں۔اب قصہ یہ ہے کہ عیسائی اپنے عقیدہ کی بناء پر گلے میں نیکٹائی باندھتے ہیں اور جہاں بھی انگریز گیا زبان کے ساتھ ساتھ نیکٹائی بھی لے گیا' اس یقین کے ساتھ کہ جس غیر عیسائی گردن کے گرد نیکٹائی بندھ جائے گی' اس کی ایمانی اور تہذیبی مزاحمت غیر محسوس طور پر تنزل پذیر ہوتی چلی جائے گی اور وہ نوبت آج پہنچ چکی ہے۔جس قرآن میں اعلان ہے کہ ''نہ تو عیسیٰ کو قتل کیا گیا' نہ پھانسی چڑھایا گیا' بلکہ لوگوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا اور عیسیٰ کو تو اللہ نے اوپر اپنی طرف اٹھالیا''۔اسی قرآن پر ایمان لانے والی مائیں ہر روز صبح سویرے اپنی آنکھ کے تاروں کی گردن پر صلیب کی علامت نیکٹائی باندھ کر سکول کالج اور دفتر رخصت کرتی ہیں اور مجال جو کسی کو دھیان بھی آئے کہ میں کیا کر رہی ہوں یا نیکٹائی باندھنے والا گریڈ بائیس کا افسر تک کبھی سوچ سکے کہ میں غیر محسوس طور پر کسی ''تہذیبی سازش'' کا شکار ہو چکا ہوں۔اس لئے کہ عالمی تہذیب' بین الاقوامی لباس اور نہ جانے کن کن ڈھکوسلہ اصطلاحات کی مدد سے ایک بہت بڑا تہذیبی معرکہ مار لیا گیا مگر اتنی دانش مندی سے کہ دشمن کو ہوش نہ آنے پائے۔ٹھیک وہی طریقہ جو آپ کسی بھی جان دار مخلوق کو قابو کرنا چاہیں تو احتیاط کے پورے نظام کے ساتھ مقصد حاصل کرتے ہیں۔اس کے نتائج کیا برآمد ہوئے۔انسانی ضمیر کو مردہ کرنے کے حوالہ سے علامہ کا فرمان ہے:''گرچہ مکتب کا جوان زندہ نظر آتا ہے۔مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس'' اور'' آہ مکتب کا جوانِ گرم خون۔ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں'' حضرت علامہ کے اس شعر کا ترجمہ تو کر دیکھئے' ساری بات واضح ہو جائے گی۔

لاریب کہ جادوگر نے سر چڑھ کر جادو کیا اور علمبردارِ توحید امت کے فرزندوں اور نئی نسلوں کے باپوں' دادوں' چچاؤں' ناناؤں وغیرہ چھوٹے بڑے سب کی گردنیں پہلے ظاہری اور پھر باطنی' یا پہلے باطنی اور پھر ظاہری طور پر یوں قابو کیں کہ اب گردن اس تہذیبی غلامی سے آزاد کرانا کارِ دارد ہے' طوقِ غلامی میں گردن کو سکون ملتا ہے' اور اسے برا بھلا کہنے والا خود برا لگتا ہے مگر موقعہ خود ہی پیدا ہو گیا ہے۔اگر صدیوں بعد اچانک یہ' اعلانِ حق' لندن سے بلند ہوا کہ مسلمان عورتیں حجاب سے آزادی حاصل کریں تو دین اسلام کے ایک ادنیٰ کلمہ گو کارکن کی جانب سے امت مسلمہ سے یہ درخواست کیوں کر جائز نہ ہوگی کہ ''عالم اسلام کا کوئی کلمہ گو مسلمان اپنے گلے کو نیکٹائی سے نہ باندھے'' نیکٹائی صلیبی مذہب والوں کے گلے میں سجتی ہے' قرآن پاک کے ہر ہر لفظ کی صداقت پر ایمان لانے والوں کے گلے پر نہیں سجتی۔ بات کڑوی ہے مگر آزادی اور غلامی میں فرق' ذوق'' (Taste) کا ہی ہوتا ہے۔علامہ نے ''ذوق غلامی'' کو کس طرح بیسوں اشعار میں سمجھایا ہے۔آج اگر برطانوی وزیر برطانوی معاشرے میں برقعہ کا استعمال عدمِ توافق سمجھتا ہے تو اسلامی دنیا میں مسلمان عورت کا سر نہ ڈھانپنا اور مسلمان کے گلے پر پھانسی کے پھندے کی علامت نیکٹائی کا بندھنا بھی

''عدم توافق'' کا مسئلہ ہے۔''صدیوں کی غلامی'' نے اگرچہ ''بدذوق'' بنا ڈالا اور حقیقی تہذیب کی جانب واپس اسی طرح مشکل اور صبر آزما ہے جس طرح کسی بھی نشئی کو نشے کی لت سے نکالتے وقت دیکھنے کو ملتی ہے۔لیکن آخر کو تو مغربی تہذیب کے نشے میں مست اسلامیوں اور مشرقیوں کو نکالنا ہے تو بے شک بُرا بن کر بھی 'پاگل' 'کند ذہن' 'دقیانوسی' بلکہ دہشت گرد کہلوا کر بھی برائی سے نجات دلانا پڑے گی۔مشکل کام مشکل سے ہی ہوتے ہیں۔اگر برطانوی وزیروں میں اتنا ''ایمانی اور تہذیبی حوصلہ'' ہے تو مسلمانوں میں کیوں نہیں ہوسکتا۔اور مغربی دنیا میں تو گزشتہ پندرہ بیس سال میں کئی غیور مسلمان بیٹیاں عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا چکی ہیں۔وقت کا تقاضا ہے 'طویل تہذیبی جنگ مسلط کرنے والے مغرب کا' تادیر ہی سہی'' ''تہذیبی چیلنج'' قبول کیا جائے۔وہ برقعے اتروانا چاہتے ہیں تو ہم بھی نکٹائیاں اتروائیں' اپنے وطنوں میں بیٹیوں کے ننگے سر ڈھانپنے کی اپیل کریں۔اس کے لئے کوئی جبر نہیں بلکہ ہوش وحواس اور غور وخوض کر کے ''خود ہی اپنا ذوق تبدیل کر ڈالیں'' اقبال کے رنگ میں اسدؔ نے کہا۔

کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں''

ہمارے ہمسایہ عظیم برادر ملک ایران نے لباس کی دنیا میں نکٹائی سے تقریباً (سرکاری سطح پر) آزادی حاصل کرلی ہے۔اور آپ ان کا ذوق حریت دیکھ ہی رہے ہیں۔عرب لباس کی شان اپنی ہی ہوتی ہے۔اور طالبان تو ہیں ہی سراپا باغیان مغرب۔ہندو بھارت سے من موہن سنگھ کی پگڑی کیا بتاتی ہے؟ مت بھولئے کہ اکیسویں صدی شروع ہوئی تو اس وقت کے عیسائی بابا پوپ جان پال نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا تھا کہ ''اکیسویں صدی ایشیا کے عیسائی بنانے کی صدی ہے'' اس کے جلد بعد ''جنرل بش'' نے جنگ صلیب کے آغاز کا اعلان کر دیا' اب برطانوی محاذ کے جنگی اور تہذیبی جرنیل اپنا صلیبی فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ناروے' جرمنی وغیرہ نے اپنے حصے کا ''مخصوص'' کردار ادا کیا ہے۔ ملت ابراہیمی کی روح کو پکارنے کا وقت ہے۔تیل پر قبضہ' آزادیوں کا چھیننا' گھر گھر تباہی مچانا' اپنے ''عظیم مذہبی رہبر کے فرمان پر عمل درآمد'' کے تشریحی مناظر ہیں۔علامہ کی روح جب سوال کرتی ہے کہ ''کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مطلوب ہے'' تو ادب سے روح علامہ کو جواب پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ''ہاں۔صلیبیوں کو اسلامیوں کا امتحان مطلوب ہے'' ثبوت؟ بغداد' کابل' لبنان' ناروے......!!

آپ اپنے موقر مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق کے پچھلے دورۂ ایران کی سرگزشت

(قسط نمبر ۱۰)

کانفرنس میں ہر مقالہ نگار کو مقالہ پیش کرنے کے لئے دس سے پندرہ منٹ کا وقت دیا گیا تاہم بعض حضرات تجاوز پر کاربند رہے۔ میں نے چونکہ پہلے سے مقالہ تحریر نہیں کیا تھا اس لئے دوران کانفرنس اپنے خیالات فارسی زبان میں مرتب کئے۔ جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے: حمد وثناء کے بعد

میں سب سے پہلے اس کانفرنس کے منتظمین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے ملت مسلمہ کے موجودہ نازک، گھمبیر اور پریشان کن حالات میں علماء، دانشور اور مفکرین حضرات کو مل بیٹھنے، سوچنے اور ایک دوسرے کے خیالات کو جاننے کا موقع فراہم کیا۔ موجودہ صورتحال میں اس قسم کی مجالس اور کانفرنسوں کے انعقاد کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ میں اپنے چند معروضات ٹوٹی پھوٹی فارسی میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے مادی احسانات اور موجودہ حالت زار: مسلمان قوم پر اللہ تعالیٰ کے جتنے احسانات اور انعامات ہیں اس کی کوئی حد وحساب نہیں۔ تسخیر کائنات کے علاوہ جو مادی احسانات اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم پر کئے ہیں ان میں سرفہرست مسلمانوں کی عددی قوت ہے۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت دنیا کی کل چھ ارب آبادی میں ایک ارب اڑتالیس کروڑ ہے۔ یہ تعداد اور مردم شماری بھی ہم نے نہیں بلکہ مغرب والوں نے کی ہے۔ ورنہ صحیح تعداد اس سے کئی زیادہ ہوسکتی ہے۔ قطعہء اراضی مسلمانوں کے پاس سب سے زیادہ اور اہمیت کا حامل ہے۔ مسلمان حکومتوں اور ریاستوں کی تعداد اس وقت ۵۷ ہے۔ انڈونیشیا، ملائیشیا، سعودی عرب، افغانستان، عراق، مصر، شام، ایران، الجزائر، پاکستان اور افریقہ میں نہ معلوم کتنی ریاستیں ہیں جو مسلمان ہیں۔ مشرقی ایشیاء سے اندلس تک جائیں ہر طرف آزاد ریاستوں کا ایک جال نظر آئے گا۔ قدرتی وسائل اور دولت کی فراوانی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جتنی بخشی ہے اس میں مشرق وسطیٰ کی مثال سامنے رکھیئے، یہاں سیال سونا (پیٹرول) اتنا بکثرت ہے کہ حقیقی سونا نکالنے کیلئے انکے پاس وقت نہیں۔ افسوس کہ یہ سب خزائن (معدنی) ہمارے ہیں، مگر اس سے حاصل ہونے والا زرمبادلہ مغرب کے بینکوں میں منتقل کیا جارہا ہے۔ پیٹرول کے علاوہ دیگر معدنیات سونا، چاندی، فولاد اور کوئلہ کے ذخائر مسلمانوں کے وسیع وعریض رقبے میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ لیکن ان تمام وسائل اور مادی عروج کے باوجود مسلمان ہر طرف سے ظلم وستم کا شکار

ہے اور امت مسلمہ مسائل اور سختیوں کی گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔

خیر القرون میں مادی وسائل کی قلت اور فتوحات: اس کے مقابل حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا دور اقدس جو خیر القرون کہلاتا ہے اس میں مادی وسائل کی شدید قلت تھی۔ باوجود اس کے وہ جس طرف کا رخ کرتے نصرت خداوندی ان کے قدم چومتی تھی۔ اللہ کی نصرت ان کی شامل حال تھی۔ اُس زمانے کے مسلمان دنیا کے چاروں اطراف پھیل گئے ان کے اندر ایک جذبہ تھا' کپڑے پھٹے پرانے' ظاہری اور مادی ساز وسامان نہ ہونے کے برابر۔ بدر و احد میں مسلمانوں کی حالتِ زار سامنے رکھو' اسی ایران کے ایک جرنیل رستم کے پاس مسلمانوں کا ایک وفد (دعوت اسلام دینے) آتا ہے تو رستم انہیں دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ تمہارے ملک میں قحط ہے' تمہارا پھٹا پرانا لباس اور سر میں کنگھی تیل کا نہ ہونا' کسی کے پاؤں میں جوتے کا ہونا اور کسی کا ننگے پاؤں ہونا۔ یہ اسی کی دلیل ہے۔ پھر وہ ترس کھا کر کہنے لگا کہ ہم سے جتنا لینا چاہو لو ہم دینے کو تیار ہیں۔ یہ سب اندازے وہ مسلمانوں کی ہیئت کذائی سے لگا رہا تھا۔ تفصیل کافی طویل ہے۔ مقصد ان کی مادی کمزوری بیان کرنا ہے۔ تاہم ان تمام تر سختیوں اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود وہ (صحابہ کرامؓ) ہر طرف سے کامیاب ہوکر لوٹے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس حالتِ زار کو سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۶ میں اس طرح بیان کیا ہے:

''تم بہت تھوڑے تھے' تعداد میں ہر لحاظ سے کمزور سمجھے جاتے تھے' تمہیں ڈر رہتا کہ لوگ ہمیں اچک لیں گے پس اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔ اور اپنی مدد سے تائید کردی اور پاکیزہ نعمتوں سے نوازا' تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔''

جب تک مسلمان خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق چلتے رہے مسلمانوں کا عروج تھا' دنیا کی سپر طاقتیں قیصر و کسریٰ ان کے سامنے زیر تھیں۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو　　ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام

عصری میدانوں میں مسلمانوں کا عروج: دین سے لو لگانے کی بدولت وہ عصری میدانوں میں بھی فوقیت پاتے رہے۔ دین کی برکت سے سائنسی علوم کی باگ ڈور بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک زمانے تک رہی۔ وہ بھی دور تھا جب مسلمانوں نے زمین کا محیط معلوم کیا۔ زمین کی گردش کے بارے میں اہل اسلام نے ہی تحقیق فرمائی۔ دنیا کا سب سے پہلا آپریشن مسلمانوں نے کیا۔ بائی پاس آپریشن کے موجد مسلمان ہیں۔ دوران خون (بلڈ پریشر) مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ سب سے پہلی رصدگاہ بغداد میں مسلمانوں نے ہی عباسی دور میں قائم کی۔ غرض اس میدان میں بھی مسلمانوں کے کارناموں کی ایک لمبی اور طویل فہرست ہے۔

ملت کا موجودہ زوال:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

آج ہم مادی وسائل اور ظاہری عروج کے باوجود تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دنیا کی نظروں میں ہم حقیر ہیں۔

بارشوں کیلئے ہم روتے ہیں' گرانی اور معاشی تنگی ہم پر مسلط ہے۔ آپس میں لڑمر ہم رہے ہیں۔ عالم کفر ہمارے خلاف ایک ہوکر ہمیں ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ الکفرہ ملة واحدة کی جوصورت آج سامنے ہے وہ شاید تاریخ میں ایسی کبھی نہ تھی' یہ سب ہمارے شامت اعمال ہیں' قرآن اس واقعہ حال کو سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۵ میں یوں بیان کرتا ہے: ''ڈرو ایسے فتنے سے جو صرف ظالموں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا۔''

<u>کافر قوتوں کا ہمارے وسائل پر عیش وعشرت:</u> اگر چہ قیامت تک اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے' وہ اس مقصد کیلئے مختلف قوموں کو اٹھاتا رہے گا' لیکن موجودہ مسلم امت نے اس اعتبار سے اپنی اہلیت' صلاحیت اور اعتماد کو مجروح کردیا ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہمہ جہتی زوال کا شکار ہیں اور طاغوت کی قوتیں انہیں روندتی چلی جارہی ہیں' اور انکے وسائل اور خون پسینہ کی محنت سے کافر قومیں اپنے عیش وعشرت کے محل تعمیر کررہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے مسلم امت کے مسائل سے دلچسپی نہیں وہ ہم میں سے نہیں''

یہ بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم دعوت الی الخیر کا کام چھوڑ دو گے تو عذاب کا شکار ہوگے اور کوئی دعا تمہیں اس عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گی''

<u>تشتت وافتراق اور پریشانی مسلم کا سبب:</u> مسلمانوں کا آپس میں تشتت وافتراق ایک دوسرے کی ٹانگیں کاٹنا عذاب ہے اور ساری قوم اسی کی لپیٹ میں ہے۔ امت کا باہمی اختلاف ایک دوسرے کی توہین وتذلیل عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچے' اپنا محاسبہ کرے اور ملت کی مجموعی حیثیت کا جائزہ لے۔ پوری دنیا میں مسلمان پریشان کیوں ہے؟ ایشیا میں دیکھیں' افریقہ میں دیکھیں' یورپ میں دیکھیں' امریکہ میں دیکھیں' کوئی قوم پریشان ہے تو اس کا نام مسلمان ہے: چیچنیا ہو یا فلسطین ولبنان وافغانستان وعراق وکشمیر' ہر طرف مسلمان پسا جارہا ہے۔ یہ سب ہماری بداعمالیاں' قرآن سے دوری اور خدا اور اس کے رسول کے احکام سے عدول کی سزا ہے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر ہم ذلیل ہوئے تارک قرآں ہوکر

<u>قرآن کی طرف رجوع اور اتحاد واحتساب وقت کی اہم ضرورت:</u>

عالم اسلام کو جن مسائل کا سامنا ہے ان میں ایک بڑا اہم مسئلہ لیڈرشپ کا فقدان ہے۔ اس کے علاوہ جدید علوم کے حصول میں ہم پسماندگی کا شکار ہوئے۔ علوم میں سب سے پہلے اہم ماخذ ''قرآن کریم'' کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جس میں دنیا کے ہر شعبے کے متعلق اصول وقواعد کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جن کو اپنا کر ہم کامیابی پاسکتے ہیں۔

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

قرآن کا 1/9 حصہ سائنسی علوم پر مشتمل ہے۔ امت کو راہ راست پر لانے کا ایک بہترین طریقہ احتساب اور محاسبہ بھی ہے۔ جس کے ذریعے ہم اپنا انفرادی اور اجتماعی محاسبہ کرکے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرسکتے ہیں۔ اتحاد واتفاق

وہ سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر اپنا کھویا ہوا مقام مسلمان دوبارہ پا سکتے ہیں۔ عالم کفر اس وقت یورپی یونین اور نہ معلوم اس جیسے کتنے پلیٹ فارموں پر مل بیٹھ کر ایک ہو چکا ہے۔ ہمیں دین کی سربلندی اور کامیاب دنیاوی زندگی گزارنے کیلئے ایک ہونا پڑے گا۔ افسوس کہ اغیار نے ہمیں سرحدوں کے نام پر تقسیم کر دیا ہے۔ قرآن مسلمان کو واعتصموا بحبل للہ جمیعاً ولا تفرقوا کی دعوت دیتا ہے۔

نہ افغانیم و نے ترک و تا تاریم   چمن زادیم واز یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است   کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

میں اپنے خیالات کا اختتام ان اشعار پر کروں گا۔

ابھی جہاں کو تاریکیوں نے گھیرا ہے   جدھر اٹھاؤ نظر ہر طرف اندھیرا ہے
شب سیاہ سے اہل سفر نہ گھبرائیں   شب تاریک کی آغوش میں اندھیرا ہے

دیگر مقررین: احقر کے بعد دکتور علاؤ الدین زعتری استاد الفقہ والاقتصاد الاسلامی جامعہ سوریا لبنان نے عربی میں خطاب کیا۔ ان کے بعد جماعت اسلامی ہند کے سربراہ جناب عبدالحق محمد الانصاری نے اپنا مقالہ انگریزی زبان میں پیش کیا۔ صلاح الدین المستاوی، تیونس، افغانستان کے ہاشم الصالحی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس نشست کا اختتام ڈیڑھ بجے دوپہر ہوا۔ ذرائع ابلاغ کی کئی ٹیمیں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے پاس آئیں اور انٹرویوز کرنے چاہیں لیکن مولانا نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ ہم اپنے ملک میں اس سے کافی تھک چکے ہیں۔ یہاں ہمیں آرام کا موقع دیں۔ پھر ہمیں واپس ہوٹل روانہ کیا گیا۔ سڑک پر شدید رش کی وجہ سے چند کلومیٹر کا فاصلہ پون گھنٹے میں طے ہوا۔ دوپہر کے کھانے اور نماز سے فراغت پر ساتھیوں کے باہمی مشورہ سے طے ہوا کہ آج شام سیر و تفریح کیلئے نکلیں گے۔ استراحت اور نماز مغرب کے بعد ہمارے ایرانی قائد رضا خوشامدی نے بتایا کہ آپ نیچے آئیں تا کہ روانہ ہو سکیں۔

دربند کی سیر: یہاں سے ہم گاڑیوں میں چمران ایکسپریس ہائی وے کی طرف نکلے۔ اس ہائی وے پر آگے ایک جگہ کافی رش دیکھنے میں آیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں پر ہر سال انہی دنوں کتابوں کی نمائش ہوتی ہے۔ جسے دیکھنے اور خریدنے کے لئے پوری دنیا سے لوگ ایران آتے ہیں۔ تھوڑا آگے جا کر ہم شاہراہ پہلوی کی طرف بڑھے۔ اس سڑک پر تھوڑا چل کر ہم دربند روڈ کی طرف مڑے۔ دربند کا علاقہ سرسبز و شاداب پہاڑوں کے بیچ ایک درہ تھا۔ پہاڑوں سے آبشاروں کا پانی اس درہ میں گر کر ایک ندی کی شکل اختیار کرتا ہے، یہاں بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ تہران کے لوگ شام کے وقت یہاں سیر و تفریح کے لئے آتے ہیں۔ موسم خوشگوار اور خنک تھا۔ ہم باغ ایرانی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے لئے گئے۔ اس عمدہ قدرتی ماحول سے ہم تین گھنٹے تک محظوظ ہوتے رہے۔ اس دوران مولانا فضل الرحمن

نے مفتی محمودؒ کے اشعار بھی سنائے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے بھی روسی فتنے سوشلزم سے متعلق مفتی محمودؒ کی ایک نظم جو ''الحق'' میں شائع ہوئی تھی' سنائی۔

ایرانی سپریم لیڈر آیۃ اللہ خامنائی سے ملاقات: آج ۷رمئی ۲۰۰۴ء کو پروگرام کے مطابق شرکاء کانفرنس کی ملاقات ایرانی سربراہ آیۃ اللہ خامنائی سے طے تھی۔ ناشتہ ودیگر ضروریات سے فراغت پر صبح ساڑھے نو بجے ہمیں گاڑیوں میں بٹھا کر ایرانی سپریم لیڈر کے محل کی طرف روانہ کیا گیا۔ چھ مندوبین کو جن میں مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا فضل الرحمٰن بھی شامل تھے' کو خامنائی سے خصوصی ملاقات کے لئے آدھ گھنٹہ پہلے ہی روانہ کیا گیا تھا۔ مختلف بڑی بڑی شاہراہوں اور بازاروں کا پیچ وتاؤ کاٹتی ہوئی ہماری گاڑیاں ایک گنجان علاقے میں داخل ہوئی۔ شاہراہوں پر راستے میں دوطرفہ اکثر مقامات پر روح پرور سیرگاہیں نظروں سے گزریں۔ ایک سیرگاہ کا نام گلستان گفتنی تھا۔ سیکورٹی اور پولیس اہل کاروں نے اکثر مقامات پر ہمارے قافلے کیلئے بعض بند اشارے بھی کھولے۔

گاڑی میں میرے ہمراہ مولانا عبدالمجید سیٹ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اسی علاقے میں پارلیمنٹ' عدلیہ اور ایرانی سپریم لیڈر کا قصر ہے۔ قصر کے مین گیٹ سے ہم پاپیادہ ہوئے۔ آگے مزید دو بڑے دروازوں سے ہمارا گزر رہا' آگے جوتے اتارنے کا حکم بھی آیا۔ شاید سیکورٹی کی بنیاد پر یہ اقدام کیا گیا ہو۔ یا ممکن ہو وہ اپنے خیال میں غیر اختیاری تعظیم دلانے کیلئے ایسا کرتے ہوں۔ بہرحال ہمیں چاروناچار عمل کرنا ہی پڑا۔ تفتیشی مراحل سے گزرنے پر ان مہمانوں کو ایک بڑے ہال میں لے جایا گیا' اس کے فرنٹ پر ایک سٹیج اور عقب میں گیلری تھی۔ جہاں سفید کپڑے پر انک لعلی خلق عظیم کی آیت کریمہ' اس کے دائیں طرف کلمہ طیبہ اور بائیں طرف محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اس ہال کی عقبی دیوار پر شیعہ عقائد کے مطابق قال اللہ تعالیٰ ولایۃ علی ابن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی بھی تحریر نظر سے گزری۔ حکومتی ذرائع ابلاغ کے نمائندے یہاں پہلے سے موجود تھے۔ احقر کو سٹیج کے سامنے پہلی قطار میں بائیں طرف جگہ ملی۔ اسٹیج کے دائیں طرف خصوصی ملاقات کیلئے آنے والے علماء کرام بھی تشریف فرما تھے۔ میں کاغذ قلم گاڑی میں چھوڑ آیا تھا اس لئے یہاں ایک ساتھی سے کاغذ وقلم حاصل کیا۔ میرے پیچھے بیٹھے مہمان مصطفیٰ باجوہ الجزائری بھی ہال کی کیفیات لکھنے میں مصروف تھے۔ اس دوران کانفرنس کے منتظم شیخ محمد علی تسخیری ہمارے پاس آئے' اور کہا کہ ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ آپ کو زمین پر بٹھایا۔ لیکن آپ کے ہمراہ ایرانی وزراء اور اعلیٰ حکومتی عہدیدار بھی زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بعض ایرانی ایران کی سلامتی کیلئے یوں نعرے بھی لگا رہے تھے کہ سلامتی ایران کیلئے درود صلوٰۃ پڑھو۔ سلامتی امام آیۃ اللہ خامنائی کیلئے درود وصلاۃ پڑھو۔ جس کے جواب میں حاضرین ایک خاص ترنم سے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد پڑھ رہے تھے

خامنائی کے ہال میں آمد سے قبل میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ساتھی سے اس کا تعارف اور وطن کے حالات پوچھے' وہ عبدالصمد نامی صومالیہ کا رہنے والا تھا۔ میرے اس سوال پر کہ صومالیہ کے عوام کا ذرائع آمدن کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ زراعت' مچھلیوں کا شکار' اور حیوانات کو پالنا۔ اس نے بتایا کہ وہاں لوگ مسلکاً شافعی ہیں اور سو فی صد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ میں نے مہنگائی کی کیفیت پوچھی تو اس نے کہا کہ وہاں نصف درہم میں کھانا مل جاتا ہے۔ میں نے درہم کی مالیت ڈالر میں پوچھی تو اس نے کہا کہ ہیڈالر کا خمس بنتا ہے۔ اسٹیج کے عقبی دروازے سے خامنائی 10:32 پر وارد ہوئے۔ حاضرین استقبال کیلئے کھڑے ہوئے اور نعرے لگنے شروع ہوئے۔ یا یھا المسلمون اتحدو ا۔ مرگ برامریکہ۔ ہمارا رہنما آیۃ اللہ خامنائی' آیۃ اللہ خامنائی۔ نہ امریکہ نہ اسرائیل کسی ایک کو بھی نہیں مانتے۔

خامنائی نے اس موقع پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا اسکے بعد وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ اس کی دائیں طرف ہاشمی رفسجانی اور سربراہ ایران خاتمی جبکہ بائیں طرف آیۃ اللہ سہروردی' چیف جسٹس اور پارلیمنٹ کے اسپیکر بیٹھے۔ مجلس کا آغاز ایک انتہائی خوش الحان قاری صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ اسکے بعد ایرانی صدر خاتمی نے مختصر خطاب کیا۔ 10:45 بجے خامنائی کا خطاب شروع ہوا۔

<u>خامنائی کا خطاب:</u> انہوں نے اپنے خطاب میں ولادت رسول ﷺ اور ولادت امام جعفر صادق کی مناسبت سے لوگوں کو مبارکباد دی اور کہا کہ یہ دن حقیقتاً مسلمانوں کے لئے بہت بڑا عید کا دن ہے۔ اس نے بیرون ملک سے آئے ہوئے مہمانوں کو خوش آمدید کرتے ہوئے ان کے آنے کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ معلم تھے' اور ان کی یہ معلمیت ہر اعتبار سے تھی۔ وہ معلم عدالت بھی تھے' وہ معلم انسانیت بھی تھے' وہ معلم معرفت بھی تھے' وہ معلم اخوت بھی تھے' آج کا دن اتحاد بین المسلمین کا دن ہے۔ ملت مسلمہ کو بڑے مصائب اور مشکلات کا سامنا ہے۔ اکثر مصائب مسلمانوں کے داخلی ہیں۔ یہ سب ہماری سستی' ہمارے گناہوں اور مغربی زندگی سے محبت کا نتیجہ ہے۔ ہم نے اسلامی زندگی ترک کردی۔ اس پر ہمیں توبہ کرنی چاہیے بعض مشکلات و مصائب خارجی باطل قوتوں کی طرف سے پیدا کردہ ہیں۔ دنیا کا نظام کچھ یوں بنا ہے کہ اس میں قوت و قدرت ہی سب کچھ قرار دیا گیا ہے۔ فلسطین کے احوال' عراق کی حالتِ زار کسی سے مخفی نہیں۔ ہم اسلحہ اور قوت پر اعتماد کر بیٹھے ہیں۔ صہیونی غاصب حکومتیں دہشت گردی کے نام سے ہمیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن اتحاد نہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں خصوصی توجہ کرنی ہوگی۔ اس جنگ میں امریکہ کسی ایک یا دو ملکوں پر اکتفا نہیں کریگا بلکہ اسکے عزائم بڑے خطرناک ہیں۔ شریعت اور اسلام نے ہمیں جن چیزوں کا حکم دیا ہے اس پر ہمیں عمل اختیار کرنا ہوگا۔ ہم ظاہری طور پر بھائی بندی کی باتیں کرتے ہیں لیکن در پردہ دوسرے بھائی کے خلاف خنجر چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ امت کی حیات اور رفعت کیلئے اتحاد بین المسلمین کی ضرورت ہے۔ ہمیں معمولی معمولی چیزوں اور اختلافات کو بھلا کر ملت کو منزل مقصود کی طرف بڑھنا ہے۔ اس وقت عالم

اسلام مغرب سے (ترقی کی دوڑ میں) سو سال پیچھے ہے۔اس واقعے کے ہم سب مسؤلین ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت فرما دے۔امین۔

سنی مسجد نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ کیلئے پریشانی: پروگرام کے اختتام پر ہمیں نماز جمعہ پڑھنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔انتہائی افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ تہران جیسے اہم اور بڑے شہر میں کہیں بھی اہل سنت کی ایک مسجد تک نہیں۔حکومتی سخت پالیسیوں کی وجہ سے ایک مدت سے اہل سنت کا یہ مطالبہ اور تمنا پوری نہیں ہو رہی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ وحدت واتحاد کی بات تہران سے ہی شروع کی جائے اور اہل سنت کو یہاں مساجد بنانے کی اجازت دی جائے۔اس وقت اہل سنت باجماعت نمازوں اور جمعہ وعیدین کیلئے اسلامی سفارتخانوں کا رخ کرتے ہیں۔جہاں کسی ہال وغیرہ میں یہ فرائض انجام دیئے جاتے ہیں۔مسجد کی عدم دستیابی پر ہمیں نماز جمعہ نہ مل سکا اور ہم نے مجبوراً ہوٹل میں جا کر نماز ظہر ادا کی۔اس کانفرنس کی آخری نشست بعد از عصر پانچ بجے مقرر تھی۔ پانچ بجے ہم اس میں شرکت کیلئے ہوٹل سے روانہ ہوئے۔ٹریفک کے اژدھام کے پیش نظر بائی پاس راستے سے ہمیں منتظمین لے کر گئے۔ساڑھے پانچ بجے جب ہم پہنچے تو تقریب کا آغاز ہو چکا تھا۔دوران تقریب ہمارے ایرانی لیڈر خوشامدی میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ تھوڑی سی زحمت فرما کر باہر آیئے اس نے کہا کہ ایران ٹی وی کا اردو چینل آپ سے انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ہال کے باہر سبزہ زار میں احقر نے انٹرویو دیا۔ان کے سوالات کچھ یوں تھے۔عالم اسلام کی موجودہ صورتحال اور اتحاد کی ضرورت؟ علماء کا اس سلسلے میں کردار؟ آیا اتحاد کیلئے یہ کوششیں سودمند اور بہتر ثابت ہونگی؟ انکے بعد ایران کے ایک انگریزی چینل نے بھی انٹرویو لیا۔ان سے بھی اسی سلسلے میں کچھ باتیں ہوئیں۔احقر پھر دوبارہ اپنی نشست کی طرف آیا۔ایک عرب میرے قریبی نشست پر آ کر بیٹھا اور پوچھا کہ آپ پشاور سے تعلق رکھتے ہیں۔پھر دھیمے لہجے میں کہا کہ آپ کا پورا تعارف کیا ہے؟ تعارف کرنے کے بعد اس نے سوال کیا کہ آپ افغانستان میں طالبان کا مستقبل کیسا دیکھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہماری جو معلومات ہیں اس کے مطابق طالبان کا مستقبل روشن اور تابناک ہے اور وہ دوبارہ قوت پکڑیں گے۔اس نوجوان کی گفتگو سے طالبان کی محبت ٹپک رہی تھی۔پھر اس نے قبائل وغیرہ کے بارے میں سوالات کیئے کہ آیا امریکہ وہاں عملاً داخل ہو چکا ہے یا نہیں؟ پاکستان میں اسلامی قوتوں اور اسکے مستقبل کے بارے میں بھی سوال کیا' یہ عرب شیخ عبدالناصر حمری بیروت سے تعلق رکھتے تھے۔مغرب کی نماز ہم نے یہیں ادا کی۔اس نشست میں مولانا فضل الرحمن کی بھی تقریر رکھی گئی تھی لیکن نہ جانے کیوں انہوں نے عین وقت پر اعراض کیا۔شاید وہ زیادہ وقت لینا چاہتے تھے۔جبکہ شیڈول کے مطابق ۱۰ سے ۱۵ منٹ تک کا وقت مقرر تھا۔اس نشست میں آخری خطاب شیخ محمد علی تسخیری کا تھا۔اسکے خطاب میں نعرے بھی لگے' خیبر خیبر یا یهود جیش محمد سوف سیعود اور اسکے ساتھ ہی مجمع التقریب کی یہ کانفرنس ختم ہوئی۔

قاضی ڈاکٹر علی اکبر حنفی

محمد محی الدین عالمگیر اورنگزیبؒ

حکمرانوں کے لئے ایک آئیڈیل

ہمارے ملک کے حکمرانوں کے لیے روشن مثال محمد محی الدین عالمگیر اورنگزیبؒ آخری بڑا مغل بادشاہ تھا، علم وفضل، اخلاق وعمل کی خوبیوں کے اعتبار سے نہ صرف مغل بادشاہوں میں بلکہ پورے ہندوستان کے تمام بادشاہوں وفرمانرواؤں میں یگانہ وممتاز تھے۔ تخت پر بیٹھتے ہی انہیں قرآن حفظ کر لینے کا خیال آیا۔ اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے انتظام کا بوجھ کاندھوں پر تھا۔ مکران سے برما اور کابل سے راس کماری تک پھیلے ہوئے اس برصغیر کا تنہا حکمران تھا۔ اس کے باوجود سب کام خود دیکھتا تھا۔ تاہم مصروفیت اور فرائض منصبی کے باوجود تقریباً ایک برس میں قرآن کا حافظ بن گیا۔ ۱۶۶۱ء میں عالمگیر سخت بیمار پڑ گیا۔ شدت کی گرمی تھی۔ رمضان کا مہینہ آ گیا۔ روزے رکھنے شروع کیے اور عادت کے مطابق غذا بہت کم کر دی۔ دن کا وقت سلطنت کے کاموں میں گزر جاتا رات وظیفوں میں بسر ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سخت بخار آ گیا اور کئی دن زندگی سے مایوسی رہی۔ لیکن عالمگیر کی پیشانی پر ہلکی سی شکن بھی نمودار نہ ہوئی۔ ذرا اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہوئے تو پھر پہلے کی طرح کاموں میں منہمک ہو گئے۔

عالمگیری کارنامے ابتداً میں جو احکامات جاری ہوئے اس کی تفصیل یوں ہے اجناس پر جگہ جگہ محصول (جنگی ٹیکس) لیے جاتے تھے۔ متصلاً دریاؤں اور ندی کے گھاٹوں پر یا شہروں کے ناکوں اور صوبوں کی حدود پر عالمگیر نے کھانے کی اجناس پر سے ٹیکس معاف کر دیئے۔ سکوں پر کلمہ لکھنے کی ممانعت کر دی تاکہ بے حرمتی نہ ہو۔ تمام پرانی مسجدوں اور خانقاہوں کی مرمت کرا کے ان میں امام اور خطیب مقرر کر دیئے۔ شمسی وقمری سالگرہ پر بادشاہ سونے چاندی میں تلتے تھے۔ عالمگیر نے یہ طریقہ بند کر دیا۔ نیز جشن کی فضول رسمیں روک دیں۔ شاہجہان نے سجدے کو روکا تو ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے کا طریقہ جاری ہو گیا۔ عالمگیر نے اسے روک کر سلام کرنے کا اسلامی طریقہ جاری کیا۔ شراب کی بندش کے لیے سخت قوانین کا اجراء کیا۔ افیون اور بھنگ کی خرید وفروخت روک دی۔ قوالی بند کی اور نجومی اور فحش گو شعراء پر پابندی لگائی۔ مقبروں پر چھتیں ڈالنے اور عورتوں کا قبرستان جانے پر پابندی عائد کری۔ کوتوال کو حکم دیا جہاں سے ساز کی آواز اٹھے گرفتار کر دوان تمام رسموں پر پابندی لگا دی جن سے عوام کے اخلاق پر برا اثر پڑتا تھا۔ نیز محرم کے تعزیوں کے

جلوس بند کر دیئے۔ قمار بازی بند کر دی بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ وہ شادیاں کر لیں یا پھر سلطنت سے باہر چلی جائیں۔

عوام کے اخلاق کی نگرانی کے لیے محتسب مقرر کر دیئے۔ پرہیزگاری شجاعت عزم اور دور اندیشی میں ہندوستان کے آسمان نے عالمگیر جیسا فرمانروا کوئی نہ دیکھا۔ رعیت کی بھلائی اور آسائش کے لیے اس کے برابر کسی نے بھی کوشش نہیں کی۔ پوری زندگی خدا پرستی میں گزاری۔ اگر تخت پر نہ بیٹھتا تو اولیاء اللہ میں شمار ہوتا۔ اگر علم کی خدمت میں لگ جاتا تو ماہر علماء میں گنا جاتا اس کے دو ہزار خطوط میں سے سہل خطوطوں کو الگ کر کے ایک کتاب کی شکل دی گئی جو کہ رقعات عالمگیری کے نام سے موسوم ہے جو کہ فارسی نثر میں گلستان کے بدلے اس سے بہتر کتاب شاید ہی ہو۔

کوئی بادشاہ ایسا پیش کیا نہیں جا سکتا جس نے عالمگیر کے برابر سلطنت پائی ہو اس کی طرح عیش و راحت کو اپنے اوپر حرام سمجھا ہو اور زندگی کی آخری سانس بھی خلق خدا کی خدمت میں صرف کی ہو۔ جب بھی فرصت ہوتی کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی کتابت کرنے بیٹھ جاتے۔ ٹوپیاں سیتا اور جو بھی آمدنی ہوتی اپنے مصرف میں لاتا۔

انگریزوں نے بھی شہادت دی کہ وہ انصاف کا پیکر تھا۔ سارے مقدمات خود سنتا تھا اور غریب سے غریب فریادی بھی اپنا معاملہ اس تک پہنچا دیتا تھا۔ دن میں دو یا تین مرتبہ دربار میں آتا تھا۔ چہرے پہ مسکراہٹ ہوتی اور آنکھوں سے نرمی شفقت و محبت ٹپکتی تھی۔ فریادیوں کے لہجے میں تیزی بھی آ جاتی تھی لیکن عالمگیر کے ماتھے پر شکن نہیں آتی تھی۔ ایک ایک عرضی پہ اپنے ہاتھ سے حکم لکھتا تھا۔ اس کا عام طریقہ یہ تھا کہ تہجد کی نماز پڑھ کر وظیفے شروع کر دیتا۔ صبح کی نماز کے بعد سلطنتوں کے کام میں لگ جاتا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتا۔ ظہر کے بعد پھر سرکاری کام شروع کر دیتا جو نمازوں کے اوقات کے علاوہ عشاء تک جاری رہتا رات میں تین گھنٹے سے زیادہ کبھی بھی نہ سوتا۔

ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عالموں کی ایک بڑی جماعت کو اسلامی فقہ کی تدوین پر لگا دیا۔ خواجہ محمد معصوم کی زیرنگرانی پانچ سو مفتیوں نے فتاویٰ عالمگیری تحریر کیا۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین تھا۔ ہر ایک فتوے کو خود بغور دیکھتا اور علمائے کرام سے بخشیں کرتا۔ اکیس فروری سترہ سو سات عیسوی ۱۲/فروری ۱۷۰۷ء کو احمد نگر میں بیمار ہو گیا۔ صبح فجر کے بعد کلمہ کا ورد شروع کیا دن چڑھتے تک جاری رہا اور اسی عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ کابل سے برما اور پشاور سے راس کماری تک پھیلے ہوئے اس عظیم الشان سلطنت کا بادشاہ جس نے تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ کی پچاس سال سے زائد عرصے تک برصغیر پر حکومت کی ہندوؤں اور مسلمانوں بلکہ سب کے لیے روحانی باپ کا درجہ رکھنے والا سفر آخرت پہ روانہ ہو گیا۔ اورنگزیب عالمگیر کی مثال ہمارے ملک کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہے اور دنیا بھر کے حکمرانوں کے لیے انتظام و انصرام ریاست کے لیے بہترین نمونہ۔

اے کاش کہ ہم اپنے اسلاف سے سبق حاصل کریں اور اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کریں

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم حقانیہ کے ایوان شریعت اور مرکزی درسگاہوں کے صحن میں خوبصورت ٹائلز کی تنصیب:

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کے وسیع وعریض رقبے میں حسب سابق اور حسب روایت تعمیرات کا سلسلہ بہ توفیقِ ایزدی زور وشور سے جاری ہے۔ اساتذہ کے قیام کیلئے نئے فلیٹس نما گھروں کی تعمیر آخری مراحل میں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے کئی حصوں میں خوبصورت سڑکیں بھی بن گئی ہیں۔اور دارالعلوم کی جامع مسجد کے وسیع صحن میں ایک اہل خیر کے تعاون سے لوہے کی خوبصورت چھت بھی بن گئی ہے۔اور اس میں پنکھوں اور روشنی کا خاطرخواہ انتظام بھی کیا گیا ہے جس سے طلباء دھوپ اور بارش وگرمی وسردی کے اثرات سے نمازوں کے اوقات میں محفوظ ہوگئے ہیں۔اور اس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں نئے تعمیر شدہ عظیم الشان مطبخ اور اس کے متصل حصے میں نئے کمروں کی تعمیر اور نئے وسیع روٹی پکانے والے تنور اور پلانٹ بھی خوب کام کررہے ہیں اور ان دنوں ایوان شریعت دارالحدیث کے سامنے اور مرکزی درسگاہوں کے سامنے خوبصورت اور جاذب نظر اینٹ نما ٹائلز کی تنصیب بھی مکمل ہونے کو ہے۔جس سے دارالعلوم کے حسن وجمال اور خوبصورتی میں مزید نکھار پیدا ہوگیا ہے اور تعمیر وترقی کا خوبصورت عمل حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی ذاتی دلچسپی و سرپرستی اور مہیا کردہ وسائل کے باعث دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کررہا ہے۔

دارالعلوم میں ایرانی قونصلر جنرل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات

گزشتہ دنوں ایرانی نئے قونصلر جنرل جناب اقبال اصغری صاحب دیگر ساتھیوں سمیت حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔اور رہائش گاہ پر حضرت مولانا مدظلہ سے مختلف امور پر باہمی تبادلہ خیال کیا۔حضرت مولانا مدظلہ نے عراق میں جاری شیعہ سنی جھگڑے پر سنی حلقوں اور خصوصاً عالم عرب کے تحفظات سے انہیں آگاہ کیا اور اس پر اپنی تشویش کا اظہار بھی کیا۔بعد میں وفد نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا دورہ کیا اور مختلف اساتذہ وعلماء سے بھی ملاقاتیں کیں۔

جناب سراج الاسلام صاحب کے بیٹے کی وفات دارالعلوم کے انتہائی مخلص اور ادارہ ''الحق'' کے معاون جناب سراج الاسلام سراج صاحب کے فرزند محمد طاہر استاد وامام مسجد گزشتہ دنوں اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کے باعث مسجد کی صفائی کے دوران انتقال کرگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ادارہ جناب سراج الاسلام صاحب کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے اور ان کی صحتیابی کے لئے بھی دعاگو ہے کہ آپ بھی ایک عرصے سے صاحب فراش ہیں۔قارئین سے خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو۔ مؤلف : مولانا سید سلمان حسینی ندوی

ضخامت: ۲۶۴ صفحات قیمت: ۸۰/- روپے ناشر: مجلس نشریات اسلام کراچی

زیر تبصرہ معرکۃ الآراء کتاب میں مؤلف نے عہد نبوی سے دور حاضر تک نصاب و نظام تعلیم کا جائزہ لیا ہے اور اس میں بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب و نظام تعلیم کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ کتاب کے متعلق مشہور ادیب اور نامور اہل قلم مولانا نور عالم امینی مدظلہ رقمطراز ہیں:

''مدارس کے نصاب تعلیم کو زیادہ کارآمد بنانے کے موضوع پر پیش نظر کتاب ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو؟ برصغیر کے نامور عالم، ولولہ انگیز، منفرد خطیب عربی اور اردو کے صاحب طرز اہل قلم اور تعلیم و دعوت کے میدان کے معروف و مشہور و مقبول شہسوار مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کے قلم سے ہے۔ کتاب کے مؤلف کا نام ہی اس کی معتبریت کی کافی دلیل ہے۔ مصنف کا نام ہی ہر قاری کو کتاب کے پڑھنے کی دعوت دے گا۔ اور اس کی یہ گراں مایہ نگارش اس کی دیگر تحریروں کی طرح بصیرت افروز ثابت ہوگی۔''

ابتداء کتاب میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ نے جو مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ فرماتے ہیں:

''یہ ایک مسلم اور معروف حقیقت ہے کہ نصاب تعلیم کو نئی نسل کی ذہنی تشکیل اور تعمیر ملک و ملت کی قیادت و رہنمائی کی صلاحیت عطا کرنے اور قدیم ذخیرۂ علوم و تصنیفات سے فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہنچانے بلکہ ملک و ملت کی رہنمائی و ذہن سازی کی صلاحیت پیدا کرنے میں خاص اور بنیادی دخل ہے، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور خاص طور پر ندوۃ العلماء کی تحریک کے آغاز اور اس کے قیام کے بعد سالانہ جلسوں اور علمی مباحثوں میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے جس کی شاہد اس کی روئیدادیں اور اس کا علمی و تاریخی لٹریچر ہے۔ اس وقت راقم کی نظر کے سامنے عزیزی فاضل و گرامی قدر مولوی سید سلمان حسینی ندوی (زادہ اللہ توفیقا و سعادۃ) کی گراں قدر قیمتی تصنیف ہمارا نصاب تعلیم ہے۔ جو ایک مفصل معلومات افزاء، فکر انگیز اور محققانہ تبصرہ اور معلومات کا خزانہ ہے۔ راقم کو اپنے وسیع مطالعہ کے باوجود ایسی کوئی مبصرانہ و حقیقت پسندانہ و منصفانہ اس موضوع پر کوئی کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہ ایک تاریخی جائزہ منصفانہ

محاکمہ اور دعوت غور و فکر اور علمی نظام و تدریسی نصاب میں حقیقت پسندی اور نافع سے نافع تر کو اختیار کرنے کی سنجیدہ اور حقیقت پسندانہ دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اہل مدارس و اضعین نصاب اور رہنمایان تعلیم کو اس کے مطالعہ اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین (مولانا محمد ابراہیم فانی)

کتاب: جنہیں ختم نبوت سے عشق تھا ۔ مؤلف : محمد طاہر رزاق صاحب

ضخامت: ۲۱۶ صفحات قیمت: ۸۰/- روپے ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

جناب محترم محمد طاہر رزاق صاحب کی یہ چودھویں کتاب جنہیں ختم نبوت سے عشق تھا' زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ اس سے قبل ختم نبوت اور مرزائیت و قادیانیت کے موضوع پر آپ کی تیرہ کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہیں اور علمی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کی یہ کتابیں اس شجرۂ خبیثہ کی بیخ کنی میں انتہائی اہم کردار ادا کر رہی ہیں' اور اس قسم کی اہم اور معلومات سے بھرپور مواد شائع کرتے ہوئے امت مسلمہ اور بالخصوص مسلمانان برصغیر کو مرزائیوں کی شر انگیزیوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان کی یہ موجودہ کتاب ان عاشقان رسول ﷺ کے متعلق ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں تحفظ ختم نبوت پر نچھاور کر دیں اور اسی سلسلہ میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

مؤلف موصوف نے نئی نسل کے سامنے ان کے بہادر اسلاف کے عشق رسول سے آراستہ واقعات کو رکھا ہے تاکہ نوخیز نسل ان کے واقعات کو پڑھ کر اپنی آنکھوں کو روشنی اور دلوں کو ایمان کی حرارت مہیا کر سکے۔ حدیث عشق کے عنوان سے پروفیسر مولانا ظفر اللہ شفیق کا ابتداء میں قیمتی مقالہ شامل کیا گیا ہے۔ جس سے موضوع کتاب کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کیونکہ جب تک حضرت رسالت مآب ﷺ کی عزت و توقیر اور ناموس پر اپنی جان و مال اور ساری کائنات کو تج دینے کا جذبہ دل میں کارفرما ہو۔ اس وقت تک ایمان کامل کا دعویٰ باطل ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد کہ کامل مرا ایماں ہو نہیں سکتا

جناب محمد طاہر رزاق صاحب اس قسم کی ایمان افروز کتاب لکھنے پر صد مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (مولانا محمد ابراہیم فانی)

کتاب: تفسیر کشف القرآن (اردو) مؤلف: شیخ القرآن حضرت مولانا محمد یعقوب شرودی دامت برکاتہم

مجلدات: ۰۵ ۔ناشر: جامعہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ فون نمبر 081-2665452 قیمت: درج نہیں۔

مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کا اولین و آخرین حل شاہ کلید قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یہ وہ پیغام تھا جو شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ نے مالٹا کی طویل اسارت سے واپسی پر مسلمانانِ برصغیر کو دیا۔ قرآن مجید میں دنیا کے ہر شعبے سے متعلق واضح ارشادات موجود ہیں۔ جنہیں عمل میں لا کر آج ہم اپنے انحطاط و زوال کو عروج و کمال سے بدل سکتے ہیں۔ احکامات قرآن پر عمل اس کے معانی و مطالب کو سمجھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم کتاب کی خدمت کے لئے پچھلے چودہ سو صدیوں کے دوران علماء' اتقیاء' اور مخلص وفادار لوگوں کو منتخب کرتا رہا ہے۔ جنہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قرآن پاک کے معانی' توضیح و تفسیر اس کے اسرار و رموز ظاہر کرنے کے لئے صرف کئے۔ علمائے دیوبند نے اس میدان میں جو خدمات انجام دیں اس کی فہرست لمبی اور طویل ہے۔ زیر نظر تفسیر کشف القرآن اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ تفسیر دارالعلوم دیوبند کے فرزند شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی دامت برکاتہم نے دراصل براہوی زبان میں تصنیف کی۔ بقول ان کے براہوی زبان کا دامن کامل تفسیر سے تہی تھا۔ اور اسی کمی کو پورا کرنے کیلئے یہ تفسیر انہوں نے نو سال اور نو دنوں کے مسلسل اور شب و روز عرق ریزی اور جانفشانی کے بعد براہوی زبان میں آٹھ ضخیم جلدوں میں لکھی

اردو داں طبقے کے افادہ کے لئے ان کے فرزند مولانا حسین احمد شرودی نے اسے اردو قالب میں ڈھالنا شروع کیا۔ اور سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ النمل تک کا ترجمہ پانچ جلدوں میں مکمل کیا۔ کشف القرآن کی طرز کچھ یوں ہے کہ ہر سورۃ کی ابتداء میں پوری سورۃ کا خلاصہ ''خلاصۂ مضامین'' کے عنوان کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر سورۃ کا ماقبل سورۃ سے ربط و تعلق بیان کیا گیا ہے۔ نہ صرف سورتوں کا باہمی ربط بلکہ ہر سورۃ کے باہمی مضامین کا آپس میں ربط و تعلق بھی واضح کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن کے لئے مولانا شرودی نے شاہ رفیع الدین دہلویؒ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا تھانویؒ کے تراجم پیش نظر رکھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے طرز و طریق پر ترجمہ کو پھیلا کر تشریحی اجزاء سے اس کی پیوند کاری بھی کی گئی ہے۔ آخر میں نکات و فوائد کے عنوان سے فقہی' علمی و ادبی اور تصوف کے مسائل بیان کئے جانے کا شیوہ اختیار کیا گیا ہے۔ بعض تشریحات کے لئے حاشیے کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔

تفسیر کے سلسلے میں مؤلف نے جن تفاسیر کو پیش نظر رکھا' ان میں پندرہ تفاسیر قدیم علمائے اسلاف کی ہیں' اور موجودہ دور کے مشہور و معروف تفاسیر بیان القرآن اور معارف القرآن ہے۔ مولانا حسین احمد شرودی (ممبر صوبائی اسمبلی و وزیر بلدیات بلوچستان) کی طرف سے اس کا اردو ترجمہ بہترین اور عمدہ کاوش ہے' جو قابل صد تحسین ہے۔ عوام طلباء و علماء کیلئے یہ یکساں مفید ہے۔

(مولانا عرفان الحق اظہار حقانی)

کتاب: دقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذیؒ (جلد اول) صفحات: ۵۲۰ صفحات
مؤلف: شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت مدظلہ قیمت: درج نہیں۔
ناشر: حافظ تسکین اللہ مروت۔ مکتبہ صفدریہ جامع مسجد حافظ عبدالرحمٰن محسن گڑھی پشاور۔

کتب حدیث میں جامع ترمذی کا خاص مقام ہے، جسے ہر دور میں امت میں بڑی مقبولیت حاصل رہی اور اس کی بلندی مرتبہ پر امت کا اجماع ہے۔ ہمارے مدارس میں ترمذی شریف کے درس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اسلئے کہ اس میں فقہی مباحث احادیث کے ضمن میں ایک نئے انداز سے (جسے آج تقابلی فقہ ''الفقہ المقارن'' کہا جاتا ہے) جمع کئے گئے ہیں۔ محدثین نے ماضی بعید اور ماضی قریب میں اس کی سینکڑوں شروحات رقم فرمائی ہیں۔ علمائے دیوبند کی طرف سے بھی دو درجن سے زیادہ شروحات اس سلسلے میں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ جدِ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے درسی افادات ''حقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذیؒ'' کے نام سے دو دہائی قبل (۸۵ء میں) شائع ہو چکی ہیں۔ اسے جو پذیرائی اور قبولیت علمی حلقوں میں حاصل ہوئی ہے، وہ بہت کم کتابوں کے حصہ میں آئی۔ افسوس کہ جلد اول کے بعد یہ سلسلہ تا حال رُکا ہوا ہے۔

بہر حال زیر نظر کتاب بھی جامع ترمذی کے شروحات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مولانا عبدالستار مروت نے شستہ شگفتہ اردو زبان میں یہ مبسوط و مفصل شرح انتہائی محنت و توجہ سے تالیف فرمائی۔ پٹھانوں میں تصنیف و تالیف کا کام بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی بڑی وجہ عدیم الفرصتی اور اردو زبان میں کامل عبور و مہارت کا نہ ہونا ہے۔ ورنہ تو علم و تحقیق کے میادین میں یہ علماء کسی سے کم نہیں۔ مؤلف موصوف اور دیگر کئی علماء نے آگے بڑھ کر اس کام کی بنیاد رکھ کر آنے والے لوگوں کے لئے حوصلہ و تشجیع کا سامان فراہم کیا ہے۔ اس جلد میں باب السواک تک کے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مصنف کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ پہلے رواۃ حدیث الباب کے مختصر حالات، پھر حدیث کا مطلب خیز ترجمہ، اور حاشیہ میں اس حدیث کی تخریج پیش کرتا ہے۔ مقصد و ترجمۃ الباب اور تحقیق و تشریح جس میں صرفی و نحوی و فقہی و عصری ہر اعتبار سے مسائل کو سامنے رکھ کر بھی بیان کیا گیا ہے۔ وفی الباب کے تحت احادیث کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ کتاب میں جا بجا مختلف شروحات کے مولفین کے تسامحات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ کتاب کی پروف ریڈنگ اور فہرست مضامین نظر ثانی کے طلب گار ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ گرانقدر شرح علماء طلباء اور عوام و خواص سب کے لئے کار آمد اور مفید ہے۔

(مولانا عرفان الحق اظہار حقانی)

روح افزا
مشروب مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا
بولو میٹھا میٹھا!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
ISO 9001:2000 SGS
ہمدرد لیبارٹیریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعه حقانیه

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲ـ	دعواتِ حق ـ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳ـ	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴ـ	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵ـ	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶ـ	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷ـ	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸ـ	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹ـ	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱ـ	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳ـ	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	ـ
۱۴ـ	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵ـ	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶ـ	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷ـ	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹ـ	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰ـ	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک